هفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

11/45

۱۲/ ذوالحجہ ۱۳۸۵ھ
۲۵/ مارچ ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

درسِ حدیث

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی

ہر اچھی بات صدقہ ہے

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَۃٌ اَخْرَجَہُ۔ البخاری۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ہر بھلی بات صدقہ ہے۔ (امام بخاریؒ)

راوی حضرت جابرؓ بن عبداللہ صحابی انصاری ہیں۔ کنیت ابو عبداللہ ہے۔ بہت مشہور اور بہت احادیث روایت کرنے والے صحابہ میں سے ہیں۔ اٹھارہ غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ ۷۴ھ میں ۹۴ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اور جتنے صحابہ مدینہ منورہ میں تھے۔ آپ کی وفات سب سے آخر میں ہوئی ہے۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔

حل الفاظ معروف: اچھی اور بھلی بات جو شریعت سے یوں ثابت ہو کہ اس کے کرنے میں ثواب ہے چاہے عادت اور رواج اس کے موافق ہو یا کہ مخالف۔ اس میں فرض، واجب، سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ بھی داخل ہیں۔ اور ایسی جائز جائز باتیں بھی داخل ہیں جن کو نیک نیت سے کیا جائے۔ اگر نیک نیت سے نہ کیا جائے مگر دوسرے کو اس سے فائدہ پہنچ جائے تو بھی وہ صدقہ میں داخل ہونے کا احتمال رکھتی ہے۔

صدقہ: وہ وراسی دینا ہے جو انسان محض اللہ تعالےٰ کے لئے صدق دل سے دیتا ہے۔ اس میں فرض، واجب، سنت، مستحب اور مباحات سب داخل ہیں۔ مگر یہ تشبیہ کے طور پر ہے کہ جیسے ہر صدقہ پہ ثواب ملتا ہے نیک نیت کو ہر نیک کام پر ثواب ملتا ہے۔ جس غریب کے پاس مال نہ ہو یہ کر لے وہ صدقہ کے ثواب سے محروم نہ رہے گا۔

تشریح کسی چھوٹے سے چھوٹے نیک کام کو بھی حقیر نہ سمجھا جائے۔ اور معمولی سے معمولی بات میں بخیلی نہ کی جائے۔ حقیقت میں وہ گو بظاہر چھوٹی ہو۔ اور ثواب کے اعتبار سے بڑی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ہر تسبیح صدقہ ہے۔ نیک کام کو کہنا برے سے منع کرنا صدقہ ہے۔ بیوی سے ملنا صدقہ ہے۔ بدی سے رُک جانا بھی صدقہ ہے۔ اور ترمذی اور ابن حبان کی ایک حدیث میں ہے کہ مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملنا بھی صدقہ ہے۔ کسی بھولے ہوئے یا ناواقف کو راستہ بتا دینا بھی صدقہ ہے، راستہ سے پتھر، کانٹا، ہڈی وغیرہ بھی ہٹا دینا صدقہ ہے۔ دوسرے بھائی کے لئے ڈول خالی چھوڑ دینا بھی صدقہ ہے — ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ صرف مال دینا ہی نہیں ہے جو مالداروں کا کام ہے بلکہ غریب سے غریب بھی بہت سے نیک کاموں میں یا نیک بات کہنے میں صدقہ کا ثواب پا سکتا ہے — اس لئے غریب لوگ کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ کہ وہ صدقہ و خیرات نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے یہ باتیں صدقہ و خیرات کے قائم مقام اور اسی قدر ثواب کی عطا فرما دی ہیں۔

خندہ پیشانی

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا وَّ لَوْ اَنْ تَلْقٰی اَخَاکَ بِوَجْہٍ طَلْقٍ

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تم کسی بھی اچھی بات کو حقیر و معمولی نہ سمجھو۔ اگرچہ یہ ہو کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو۔ (مسلم)

راوی حضرت ابوذر۔ یہ تو کنیت ہے نام جندب بن جنادہ ہے۔ بنی غفار قبیلہ سے ہیں۔ غفاری ہیں۔ بڑے اونچے پایہ کے صحابہ ہیں اور بڑے زاہد صحابہ ہیں۔ مہاجرین میں ہیں۔ قدیم الاسلام حضرات ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ پانچویں مسلمان ہونے والوں میں سے آپ تھے۔ سب سے پہلے اسلامی طریقہ کا سلام آپ نے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا تھا۔ اسلام لانے کے بعد اپنی قوم بنی غفار میں لوٹ گئے تھے۔ غزوۂ خندق کے بعد مدینہ منورہ آئے۔ زہدہ میں قیام کیا۔ ۳۲ھ میں حضرت عثمان کی خلافت کے زمانہ میں وہیں وفات پائی۔ عبداللہ بن مسعود نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اسی روز بعد میں خود بھی وفات پا گئے۔

حل الفاظ طلق۔ اور بعض روایتوں میں طلیق ہے کھلا ہوا جس میں شکن نہ پڑے ہوں جیسے ہشاش بشاش ہونے کے وقت ہوتا ہے یا ہنسنے کے وقت یعنی ہنسی خوشی کے ساتھ چاہے اس سے مخالفت ہی ہو کدورت بھی ہو۔

تشریح کسی نیک کام کو خواہ وہ کیسا ہی معمولی سا ہو، کتنا ہی آسان، بے مشقت اور بے خرچ ہو اس کو حقیر اور ادنیٰ سمجھنا محرومی ہے۔ اس پر ثواب ملتا ہے اور آخرت کا ثواب ساری دنیا کے مال و دولت عیش و آرام اور اعزاز و اکرام سے بڑھ کر ہے اس کو معمولی نہ سمجھا جائے دیکھئے۔ خندہ پیشانی کیسا ہلکا، بے مشقت کام ہے مگر صدقہ کا ثواب رکھتا ہے — اس لئے انسان یہ نہ سمجھے کہ بڑے بڑے نیکی کے کام تو کام ہیں، معمولی باتیں کام نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر نیک کام دوسرے نیک کاموں کا ذریعہ بن جاتا ہے اس لئے ہی وہ معمولی کام معمولی نہیں بلکہ بڑے بڑے کاموں کا بیج بن جاتا ہے اور بڑے کام کا ذریعہ بھی گو بظاہر چھوٹا ہو حقیقت میں بڑا ہی ہے اس لئے اس کو حقیر نہ سمجھیں اور اس سے محروم نہ رہیں۔ اگر کسی سے اختلاف ہو تب بھی اس ثواب کے کام کو نہ چھوڑا جائے پھر ایک دن اس سے سب اختلاف ختم ہو جائیگا۔ یہ کام اتفاق اور راحت کا کیمیاوی نسخہ ہے۔

شکایت مت کر

- اپنی قسمت کی اور زمانہ کی۔
- اولاد کے سامنے اپنے بڑوں کی۔
- غیر کے سامنے اپنے دوست کی۔
- رخصت کرنے کے بعد اپنے مہمان کی۔
- کبھی بھول کر بھی اپنے استاد اور ماں باپ کی۔

سراج الدین بی اے سکھر

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
لاہور
خدام الدین

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۱ | ۲ ذوالحجہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۵ مارچ ۱۹۶۶ء | شمارہ ۴۵

مشن اور کانونٹ اسکول

ڈائرکٹر تعلیمات راولپنڈی ریجن نے انکشاف کیا ہے کہ حکومت نے ملک بھر کے مشن اور کانونٹ سکولوں کے انتظام کی نگرانی کے لئے ذیلی کمیٹیاں مقرر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ اس فیصلہ کے تحت آئندہ تمام مشن اور کانونٹ سکولوں کا انتظام حکومت کی طرف سے مقرر کردہ سب کمیٹیوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ علاوہ ازیں انہوں نے یہ بھی بتایا کہ جو سکول اسلامیات کا مضمون نہیں پڑھائیں گے ان کی گرانٹ بند کر دی جائے گی۔

ہمیں یہ خبر پڑھ کر مسرت ہوئی ہے۔ کیونکہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت کو کم ازکم اس امر کا احساس تو ہو گیا ہے کہ یہ ادارے ملک و قوم کے نونہالوں کے قلوب و اذہان کو ماؤف کر رہے ہیں۔ اور ان کی اصلاح بہرحال ہونی چاہئے ـــــ علماء کرام اور ملک و قوم کے حقیقی معنوں میں بہی خواہ افراد پاکستان میں اس قسم کے تعلیمی اداروں کے خلاف ایک طویل مدت سے ناپسندیدگی اور برہمی کا اظہار کر رہے ہیں اور وہ اس اظہار برہمی میں فی الحقیقت حق بجانب ہیں۔ کیونکہ ان اداروں میں جس انداز کی تعلیم دی جاتی ہے اور جس طریق پر طلباء کی تربیت کی جاتی ہے اس سے ہماری نئی پود میں اپنے دین، اپنے وطن، اپنی روایات اور اپنی تہذیب سے کوئی لگاؤ باقی نہیں رہتا۔ تعلیم و تربیت کا حاصل تو یہ ہونا چاہئے کہ طلباء کے اخلاق بہتر ہو جائیں اور انہیں اپنی روایات، اپنی قوم، اپنے مذہب اور اپنے تمدن سے وابستگی و شیفتگی پیدا ہو جائے۔ لیکن ان اداروں میں تعلیم و تربیت کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ نئی نسل کے دلوں اور دماغوں میں طرح طرح کے شکوک و شبہات جنم لینے لگتے ہیں اور وہ اپنی تہذیب، اپنی مذہبی و ملی روایات، اپنے تمدن اور اپنے دین سے دُور تر ہو جاتے ہیں چنانچہ اس صورتِ حال کے نتیجے میں اب بھی بہت سے بچوں کا یہ حال ہے کہ وہ خود اپنے وطن میں اجنبیت محسوس کرنے لگے ہیں یا ایسی زندگی گذار رہے ہیں جیسے وہ کسی یورپین نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور بھولے سے یہاں پاکستان میں آ گئے ہیں۔

ظاہر ہے اس کی ذمہ داری ان افراد اور اداروں پر عائد ہوتی ہے جو ان سکولوں کو چلانے کے ذمہ دار ہیں۔ لیکن اس معاملے میں ہماری حکومت بھی ذمہ دار ہے اور خود وہ افراد بھی کم قصوروار نہیں جو اپنے بچوں کو مشنری سکولوں میں بھیجتے یا داخل کرانے پر اصرار کرتے ہیں ـــ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ تو مغربیّت کے اتنے دلدادہ ہیں کہ ان کے نزدیک تعلیم ہی فقط وہ ہے جو مشنری یا کانونٹ سکولوں میں دی جائے ـــ پھر ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جن کی غلامانہ ذہنیت اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ وہ اپنے اسکولوں کو بھی یہی شکل دینے کے قائل ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ بھی اسی طرز پر کام کریں ـــــ نام ہوں تو مشنری سکولوں کے طرز پر اور ان میں تعلیم و تربیت ہو تو وہ بھی مغربی ڈھنگ کی نتیجہ یہ ہے کہ نسل کی نسل ہی بگڑتی چلی جا رہی ہے اور تہذیب حاضر کے اسیر خوش ہیں کہ ہم نام نہاد ترقی کی طرف گامزن ہیں ـــ چنانچہ بعض لوگ اس صورتِ حال سے خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں اور انہوں نے منافع کمانے کے لئے ایسے ایسے روپ دھار رکھے ہیں کہ بس توبہ ہی بھلی ـــ مشنری سکولوں کے مشابہ اپنے سکولوں کے نام رکھ کر طلباء سے لمبی لمبی فیسیں وصول کرنا اور انہیں جی بھر کر لوٹنا ان کا مشغلہ بن چکا ہے ـــ لیکن والدین اور طلباء ہیں کہ مغربیت کی راہ پر چلنے کے جنون میں فریب پر فریب کھائے چلے جاتے ہیں۔ اور خوش کہ گوہر مقصود ہاتھ آ رہا ہے لیکن حال ان کا یہ ہے کہ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

دین تو ہاتھ سے جاتا ہی ہے دنیا کے سکھ بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ اور بالآخر اکبر مرحوم کا یہ شعر گنگناتے ہوئے پائے جاتے ہیں ؎

ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
جنہیں پڑھ کر کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

بدقسمتی سے محکمہ تعلیم کی پالیسی بھی اسلامی نکتۂ نگاہ سے سرتا سر ناقص ہے۔ جہاں اس میں بے حد مذہبی نقائص ہیں وہاں اس سلسلے میں یہ بھی بہت بڑا نقص ہے کہ اس نے خود یورپین طرز کے سکولوں کا ایک علیٰحدہ زمرہ بنا دیا ہے اور انہیں مراعات دے رکھی ہیں۔ نتیجتاً انگریزی طرز کے سکولوں کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو دیکھ کر عام سکولوں میں تعلیم پانے والے بچوں کی غالب اکثریت اپنی نادانی کی وجہ سے احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتی ہے حکومت کا فرض ہے کہ وہ تمام تعلیمی اداروں میں ایک ہی قسم کا نصاب مقرر کرے۔ اور مشنری اسکولوں کو قطعی طور پر بند کر دے۔ تاکہ بچوں کو مغربیت کی افیون پلانے والے یہ اڈے سرے سے ہی نابود ہو جائیں۔

انگریز نے نصاب تعلیم اپنی منشاء کے مطابق محض اس نکتہ نظر سے ترتیب دیا تھا کہ یہاں کے رہنے والے اپنی تہذیب، اپنی ثقافت، اپنے تمدن اور اپنے مذہب سے دُور ہو جائیں۔ اس کا مطمع نظر ہی یہ تھا کہ اُسے اپنی مشین کے کل پرزے میسّر آ جائیں اور وہ جہاں اور جس جگہ چاہے انہیں اپنے مقاصد کے لئے حسب ضرورت استعمال کر سکے۔ چنانچہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور ایسا کارنامہ کر گیا جو فرعون بچوں کے قتل کے باوجود انجام نہ دے سکا تھا۔ بہرحال اب جبکہ فرنگی اقتدار اپنا بستر اٹھا کر رخصت ہو چکا تھا اور پاکستان اسلام کے نام پر عالم وجود میں آ چکا تھا۔ حکومت پر لازم تھا کہ یہاں اسلامی تعلیمات کو فروغ دیا جاتا۔ اس ملک میں اسلامی تمدن، اسلامی

(باقی صفحہ ۱۷ پر)



۲۴ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۸ مارچ ۱۹۶۶ء

اُسوۂ ابراہیمی کی یاد تازہ کر دیجئے!

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم : بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :-

یکم ذی الحج سے دس ذی الحج تک کے دس دن کو عشرہ ذی الحج کہتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دس دنوں کی بہت فضیلت بیان فرمائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

ان دس دنوں کی عبادت اللہ کو جس قدر محبوب ہے۔ اس کے مقابلہ میں دوسرے دنوں کی عبادت اتنی محبوب نہیں ہے۔ کسی نے دریافت کیا یارسول اللہ خدا کے راستے میں جہاد کرنا بھی ان دنوں کے اعمال کے مساوی نہیں ہو سکتا؟ آپؐ نے فرمایا ان دنوں کا مقابلہ جہاد بھی نہیں کر سکتا — البتہ کوئی شخص اپنا مال اور جان دونوں میدان جہاد میں قربان کر دے۔ دونوں میں سے ایک چیز بھی نہیں نہ لائے۔ تو ایسا جہاد بے شک ان دونوں کے اعمال صالحہ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت اس طرح ہے کہ عشرہ ذی الحج کے نیک عمل دوسرے دنوں کے مقابلہ میں اللہ کو بہت پسندیدہ ہیں۔ پس ان دنوں میں لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر، الحمد للہ کی کثرت رکھو

ایک روایت میں ہے۔ تمام ایام دنیا میں سے ذی الحج کے ابتدائی دس دن افضل ہیں۔ کسی نے عرض کیا۔ جو دن جہاد میں صرف ہوں وہ دن بھی ان دنوں کی فضیلت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ فرمایا ایسا جہاد تو ان دونوں کا مساوی ہو سکتا ہے۔ جس میں مجاہد کا چہرہ خون آلود ہو جائے اور وہ میدان جہاد ہی میں قربان ہو جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ عشرہ ذی الحج کے ہر دن کا روزہ ثواب میں ایک سال کے برابر اور رات کا قیام شب قدر کے قیام کے مساوی ہے

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ارشاد ہے جس شخص نے دس دن کے روزے رکھے اس کو ہر روزے کے بدلے میں ایک مہینہ کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ اور آٹھویں تاریخ کے روزے کا ثواب ایک سال کے برابر ہے۔

حضرت ابو قتادہؓ کی روایت میں نویں تاریخ کے روزے کو دو سال کے گناہوں کا کفارہ فرمایا ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ یوم عرفہ کا روزہ ایک سال اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے

عیدِ قربان

خدا کے ایک مخلص بندے نے اب سے ہزار برس پہلے ایثار و رضا کی ایک ایسی مثال پیش کی تھی۔ کہ قیامت تک کے لئے اس کی تقلید لازم کر دی گئی۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کی پابندی کا حکم دیتے ہوئے سُنَّۃ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْم اس لئے فرمایا تھا۔ کہ روحانی اولاد اپنے باپ کے اس مبارک فعل قربانی پر غور کرے۔ اور یقین جانیئے جس قوم میں قربانی کی رسم نہیں ہے۔ وہ قوم زندگی ہی کی لذت سے ناآشنا ہے۔ مقصود بالذات تو انسانی قربانی ہے۔ لیکن نہ وہ ہر وقت میسّر ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہر وقت اس کا موسم ہوتا ہے — نہ قانون اور حکومت اس کی متحمل ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہر شخص کو یہ لازوال دولت میسّر آ سکتی ہے۔

مسلمان کو تو قربانی کا ایسا درس دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کا سال بھی قربانی سے شروع ہوتا ہے۔ اور ختم بھی قربانی پر ہوتا ہے۔ اسلامی سال کا پہلا مہینہ محرم ہے۔ جس میں خانوادہ رسولؐ اور سیدنا حسینؓ نے اپنی قربانیاں پیش کیں اور آخری مہینہ ذی الحج ہے۔ جو سیدنا اسماعیل کی قربانی کی یاد دلاتا ہے

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسماعیلؑ

قربانی کی ابتداء

قرآنِ مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ نسل انسانی کا بیج جب سے سطح پر بویا گیا ہے۔ اسی وقت سے یہ مبارک رسم قربانی بھی قائم ہوئی ہے۔

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ (سورہ مائدہ ۲۵ پ ۶)

(ترجمہ) ان لوگوں کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا واقعی قصہ سنا دے۔ ان دونوں نے قربانی کی پھر ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔

ابراہیمی قربانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے بیٹے (حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کو ذبح کر رہا ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب الہام الٰہی ہوتے ہیں۔ اس لئے اس خواب کو حکم الٰہی سمجھ کر بیٹے سے استصواب فرمایا۔ بیٹے نے عرض کی۔ اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کیجئے مجھے خدا تعالےٰ کے فضل سے صابر پائیں گے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام صاحبزادے کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے۔ جب ذبح کرنے کی غرض سے بیٹے کو لٹایا۔ اس وقت اللہ تعالےٰ سے آواز آئی۔ اے ابراہیم تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ اور اللہ تعالےٰ نے بیٹے کے عوض ایک مینڈھا عطا فرمایا۔ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا۔

ابراہیمی قربانی کے نتائج

۱۔ جب حصول رضا الٰہی کے لئے بیٹا ذبح کرنے کو تیار ہو گئے تو اپنی جان قربان کرنے میں انہیں بطریق اولےٰ کوئی دریغ نہیں ہو گا۔

۲۔ جب جان اور اولاد قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ تو مال قربان کر کے خدا تعالےٰ کو راضی کرنے میں انہیں کیا عذر ہو گا

۳۔ جب ان کے ہاں جان اولاد اور مال رضاء الٰہی کے مقابلے میں کوئی چیز نہ تھی۔ تو وہاں حبِ وطن محبّت الٰہی کا کب مقابلہ کر سکتی تھی۔

۴۔ جب اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے میں جان اور اولاد کی پرواہ نہیں کرتے تو اعزہ و اقربا کے تعلقات انہیں دروازہ الٰہی سے کب ہٹا سکتے ہیں۔

۵۔ جب ان کی جان اور اولاد اور اعزّہ

واقربا اس دریتیم (رضا الٰہی) پر قربان ہو چکے ہیں حُبِّ بقیہ احبابِ دنیا انہیں کب یادِ الٰہی سے غافل کر سکتی ہے۔

۶۔ جب رضا الٰہی انہیں جان اور اولاد سے زیادہ عزیز ہے۔ تو کوئی تجارت وزراعت یا صنعت و حرفت اُن کا دل کب لبھا سکتی ہے۔

تجدیدِ ملّت ابراہیمی

سیدالمرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام دراصل ملت ابراہیمی کے مجدّد ہیں۔

وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۔ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِی الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ط

(سورہ الحج پ ۱۷)

(ترجمہ) اور اللہ کے کام میں خوب کوششیں کیا کرو۔ جیسا کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو (اور اُمتوں سے) ممتاز فرمایا۔ اور اس نے تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی تم اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی اس ملت پر ہمیشہ قائم رہو۔ اس (اللہ) نے تمہارا لقب رکھا ہے۔

فلسفہ عید قربان پیغام فتح اسلام

اگر مسلمان عید قربان کے جذباتِ ابراہیمی کی تازہ یاد قرار دیں اور ہر سال شمع رضا الٰہی پر پروانہ وار قربان ہونے کے لئے دل وجان ظاہر و باطن سے تیار رہیں تو مالک الملک ذوالجلال والاکرام عزّ اسمہٗ جلّ مجدہٗ ان کی پشت پناہ ہوگا۔ پھر ایسے سرفروش فدایانِ اسلام کی جماعت جس میدان میں قدم رکھے گی۔ خدا تعالےٰ ان کی حمایت کے لئے زمین و آسمان سے لشکر بھیج دے گا۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ ہر میدان میں فتح کا سہرا انہیں کے سر پر ہوگا۔ دنیا میں کوئی قوم ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکے گی۔ جو قوم مقابلہ میں آئے گی۔ انشاء اللہ منہ کی کھا کر جائے گی۔

قربانی کی فضیلت

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا قربانی کیا چیز ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ عرض کیا ہمارے واسطے اس میں کیا چیز ہے۔ فرمایا قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔ عرض کیا اگر اون والا ہو تو فرمایا ہر روئیں کے عوض ایک نیکی ہے۔

فرمانِ نبوی

یوم النحر یعنی عید قربان کے دن انسان کا کوئی عمل اللہ تعالےٰ کے نزدیک قربانی سے زیادہ پیارا نہیں ہے۔ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں، اور کھروں کے سمیت آئے گا۔ اور قربانی کرنے والوں کی نیکیوں کے پلڑے میں ڈالا جائیگا قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے قبولیت کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ قربانی کے جانور کو خوب کھلا پلا کر موٹا تازہ کیا کرو۔ کیونکہ وہ پلصراط پر تمہاری سواری ہونگے۔

قربانی کے جانور

قربانی گائے بھینس اونٹ، بکری، مینڈھا اور دنبہ کی دی جاسکتی ہے۔ بکری دنبہ مینڈھا ایک آدمی کی طرف سے اور گائے بھینس اونٹ میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔ اگر ایک آدمی دینا چاہے تو بھی جائز ہے۔ سات حصہ داروں میں سے اگر کوئی شخص عقیقہ کا حصہ ڈالنا چاہے تو بھی جائز ہے۔ مگر سات حصّوں سے زیادہ ہرگز نہیں ہونے چاہئیں۔

گائے بھینس دو سال کی عمر سے کم قربانی کے لئے جائز نہیں۔ بکرا بکری ایک سال سے کم عمر جائز نہیں بھیڑ مینڈھا۔ دنبہ دنبی اگر چھ ماہ کی عمر کا ہو تو جائز ہے۔ اونٹ نر ہو یا مادہ پانچ سال سے کم عمر کا جائز نہیں۔

جن جانوروں کی قربانی جائز نہیں

بیمار، اندھا، لنگڑا، جو تین پاؤں پر چلتا ہو جس جانور کا کان تہائی یا تہائی حصّہ سے زیادہ کٹا ہوا ہو۔ ناک، دم یا کوئی اور عضو تہائی حصّے سے زیادہ کٹا ہوا ہوا۔ بھیڑ بکری، دنبی جس کا ایک تھن اور گائے بھینس کے دو تھن نہ ہوں یا سوکھ گئے ہوں اور دودھ نہ اتر سکے۔ دیوانہ جانور جس کو چارہ پانی کی پرواہ نہ ہو۔ دبلا اور کمزور جانور جو خود چل کر مذبح خانہ تک نہ پہنچ سکے یا جس جانور کے دانت نصف سے زیادہ گر گئے ہوں۔ ایسے تمام جانوروں کی قربانی نہیں دی جاسکتی۔ اگر کوئی شخص قربانی کا جانور خرید کر لے تو اس میں کوئی نئی عیب نکل آئے تو صاحب استطاعت دوسرا جانور خرید کر قربانی دے

قربانی کا وقت

شہر یا قصبہ کے لوگ نماز عید سے پہلے قربانی نہیں دے سکتے البتہ دیہات کے لوگ نماز فجر کے بعد جہاں کہ عید نماز نہیں پڑھی جاتی قربانی دے سکتے ہیں اگر کوئی شخص مرنے سے پہلے وصیت کر جائے کہ میری طرف سے قربانی دی جائے، تو اس گوشت میں سے احباب کو کھانا کھلانا درست نہیں ہے فقراء اور مساکین میں تقسیم کرنا چاہیئے۔ اگر خود کسی دوسرے کے حق میں قربانی دی جائے۔ تو اس گوشت میں سے خود بھی کھا سکتا ہے۔ احباب میں بھی تقسیم کر سکتا ہے۔ قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا چاہیئے۔ اگر خود ذبح نہ کر سکے تو سامنے کھڑا ہونا چاہیئے۔ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چھری چلانی چاہیئے۔ تمام وہ آدمی جو جانور کو پکڑے ہوئے ہوں ان کو بھی تکبیر پڑھنی چاہیئے۔ قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کرنا چاہیئے۔ گائے، بھینس اونٹ کے حصّہ داروں کو ترازو پر تول کر تقسیم کرنا چاہیئے۔ تاکہ کسی حصّہ دار کو زیادہ نہ چلا جائے۔ البتہ کلہ اور پائے جس حصّہ میں ہوں وہاں گوشت کم ہو تو کوئی حرج نہیں ہے قربانی کے گوشت کے تین حصّے کئے جائیں۔ ایک حصّہ خود رکھ لے۔ اور ایک حصّہ دوست احباب اور رشتہ داروں کو دے اور ایک حصّہ فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دے

تنبیہ

مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ قربانی کرتے وقت جذبات ابراہیمی کا خیال رکھیں دل کے انہی پاکیزہ جذبات کا نام تقویٰ ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے ہاں محبوب و مقبول ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (سورۃ الحج ع ۵ پ ۱۷)

(ترجمہ) اللہ تعالےٰ کے ہاں قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے اس کے ہاں (اس) تقویٰ کی قدر و قیمت ہے۔ جو قربانی کرنیوالے کے دل میں حاصل ہوتا ہے۔

ابراہیمی قربانی کی تازہ یاد

چونکہ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین علیہ الصّلوٰۃ و السلام بنیاد ابراہیمی پر قصر شریعت محمدی تعمیر کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اس لئے آپ نے بھی اپنی امّت کو حصول رضا الٰہی کی خاطر قربانی کی یاد تازہ کرائی، تاکہ اُمّت محمدیہؐ کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے اور ہر کلمہ گو کا نورِ ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہو۔

قصاب کے متعلق

قصاب کو گوشت یا کلیجی یا چربی یا کھال مزدوری میں ہرگز نہ دی جائے، بلکہ کھال اتارنے اور ذبح کرنے سے پہلے مزدوری طے کر لے اور اسی وقت ادا کرے

قربانی کی کھال

قربانی کی کھال اپنے مصرف میں لانا جائز ہے چاہے اس کا جائے نماز ڈول یا مشکیزہ بنا لے۔ اگر فروخت کرے تو وہی قیمت بعینہٖ فقراء اور مساکین میں تقسیم کرنا ضروری ہے۔ قربانی کے جانور کو بھوکا، پیاسا ذبح نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کا بچا ہوا چارہ اور دانہ اور رسی تک کو خیرات کرنا چاہیئے۔

وَاٰخرُ دعوٰنا الحمد للہ رب العالمین۔

بیادِ حضرت شیخ التفسیر مولانا

احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

(از مولانا ابوسعید عبدالعزیز قادری مہتمم جامعہ حنفیہ پیغام اسلام لاہور گلبرگ مارکیٹ)

یہ تقریر ۱۶ جنوری ۶۶ء بروز اتوار مجلس استحکام وطن کے زیرِ اہتمام مولانا عبید اللہ انور (جانشین حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ) کی صدارت میں ہونی تھی۔ لیکن ملک میں دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کے پیشِ نظر جلسہ نہ ہو سکا لہذا افادۂ عام کے لئے اسے ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ صدر محترم! معزز حاضرین و حاضرات! یہ بات ظاہر ہے کہ آج کا یہ اجتماع حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ کرنے کے لئے بلایا گیا ہے۔ صدر جلسہ خود اپنے عظیم باپ کی اور حضرات علماء و متوسلین حضرت موصوفؒ کی تاریخ پیدائش اور بچپن و جوانی اور آپ کے حصول علم و عرفان اور سابق پنجاب و ہند اور بیرون ملک میں جو آپ نے علم و عرفان کے موتی لٹائے ہیں آپ حضرات مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

اس کمترین خلائق نے تو صرف چند دفعہ حضرت مرحومؒ کی زیارت کی اور کچھ پڑھا اور جس نتیجہ پر پہنچا وہ اس وقت مختصر وقت میں اور مختصر الفاظ میں پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

حضرات! ماضی کی تاریخ کے کچھ اوراق الٹنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ برصغیر پاک و ہند پر آٹھ سو سال تک اسلامی عظمت کا پھریرا لہراتا رہا۔ جسے کلیتہً یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اسلامی حکومتیں خلافت راشدہ کی طرز کی حکومتیں تھیں۔ لیکن انہیں یہ فتویٰ بھی نہیں لگایا جا سکتا کہ وہ حکومتیں اسلامی حکومتیں نہ تھیں۔ بلاشبہ ان میں بڑی بڑی جلیل القدر ہستیاں پیدا ہوئیں۔ جنہوں نے خلافت علی منہاج النبوۃ اور صحیح اسلامی نظریات و عقائد کے خطوط پر اپنی اپنی حکومتوں کو چلانے کی سعی بلیغ کی اور انہوں نے اقتصادیات و معاشیات میں، عدل و انصاف میں، علوم و فنون میں قابل رشک ارتقائی منازل طے کیں۔ اس پچاس کروڑ آبادی کے ملک میں اگر پانچ ہزار اور دس ہزار تنخواہ پانے والے لوگ بھی موجود ہوں اور ایک روپے کا اٹھارہ سیر گھی اور آٹھ آنے من گندم بھی بکے اور فراوانی سے ملے تو وہ زمانہ کیا ہی اچھا زمانہ ہوا ہوگا۔ قطب مینار دہلی شاہجہان کی مسجد کے مینار جس دور کی یادگاریں پیش کر رہے ہیں یقیناً وہ دور کوئی باعظمت دور معلوم ہوتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، عدل جہانگیری بھی اسی دور کی باتیں ہیں۔ ورنہ جس دور میں ہم وہ پرانی باتیں ار رہے ہیں۔ اس میں تو عدل و انصاف روپوں پیسوں سے بکتا ہے۔ اور سرمایہ داری کا بھوت نوع انسانی کے وجود سے خون کے آخری قطرات نچوڑ لینے کی فکر میں ہے۔ علم و ادب کی جگہ جہالت اور بے ادبی نے لے لی۔

ایک زمانہ تک اس ملک میں عدل و انصاف اور اسلامی اقتدار کا علم اونچا رہا۔ یک لخت ہماری بدعملیوں کی وجہ سے بادِ صرصر کی کچھ ایسی مسموم ہوائیں چلیں تو ایسٹ انڈیا کمپنی کا اثر و نفوذ بڑھنا شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ ۱۸۰۳ء میں کمپنی بہادر" کے نمائندوں نے بادشاہ دہلی سے "نیلی انتظام کا پروانہ جابرانہ طریقوں سے لکھوا لیا۔ اور ملک میں یہ اعلان کر دیا کہ خلق خدا کی ملک بادشاہ سلامت کا اور حکم کمپنی بہادر کا۔"

پہلے یہ خیال تھا۔ کہ استحصال بالجبر، حصول اقتدار اور اس لوٹ کھسوٹ کی جنگ زرگری کو جو یورپین اقوام نے بالخصوص انگریزوں نے مچا رکھی ہے۔ بادشاہ صوبہ جات کے نواب و رؤساء اسے دبا دیں گے۔ مگر پلاسی، روہیلکھنڈ، مدراس، میسور، دکن، بمبئی اور سرنگاپٹم کی لڑائیوں میں ناکامیوں نے انتہائی مایوسی پیدا کر دی۔ لیکن قدرت کاملہ کی طرف سے کچھ لوگوں کو علم الیقین اور حق الیقین کی کچھ ایسی دولتیں عطا ہوتی ہیں۔ جو انتہائی مایوسی کے عالم میں بھی یقین و اطمینان اور سکون و ایمان کے چراغوں کو ہاتھ میں لئے خود بھی اور اپنی قوم کو بھی لے کر بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔

انہی حضرات میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری سنجریؒ اور مجدد الف ثانی سرہندیؒ کے دور کے بعد ایک خاندان حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا خاندان تھا۔ جو اپنی علمی، عملی اور روحانی صلاحیتوں کے ساتھ آراستہ و پیراستہ تھا۔ چنانچہ آپ کے نور نظر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے ہندوستان کے دار الحرب ہونے کا فتویٰ دیا اور مسلمانوں کو آزادیٔ ہندوستان کے لئے آمادہ کرنا ضروری سمجھا۔ اسی کے متعلق ڈاکٹر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر ص۱۹۸ پر لکھتا ہے کہ علماء میں جو لوگ زیادہ زیرک اور سمجھدار تھے۔ انہوں نے اس آنیوالے تغیرات کو بہت پہلے بھانپ لیا تھا۔ یہ تغیر اب ایک حقیقت بن چکا ہے ــــ آگے چل کر لکھتا ہے کہ:۔ مولوی عبدالحی صاحب جو مولانا شاہ عبدالعزیز کے بعد پیدا ہوئے وہ تو صاف طور پر حکم لگاتے ہیں۔ کہ عیسائیوں کی پوری سلطنت کلکتہ سے دہلی تک اور ملحقہ ممالک شمال مغربی سرحدی صوبے سب کے سب دار الحرب ہیں۔ کیونکہ کفر و شرک ہر جگہ رواج پا چکا ہے۔ اور ہمارے شرعی قوانین کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی جس ملک میں ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ دار الحرب ہے ــــ یہاں ان تمام شرائط کا بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ جن کے ماتحت جملہ فقہاء اس بات پر متفق ہیں۔ کہ کلکتہ اور اس کے ملحقات دار الحرب ہیں ــــ وہ یہ بھی لکھتا ہے۔ کہ ان فتوؤں کے عملی نتائج بھی برآمد ہوئے۔ چنانچہ وہابیوں نے جن کا جوش ان کے علم کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ اس اصول سے کہ ہندوستان اب دار الحرب ہو چکا ہے۔ یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ کہ ان کے حاکموں (انگریزوں) کے خلاف جہاد فرض ہو گیا ہے فتاوی عزیزیہ کے ص۱۷ میں یہ فتویٰ نقل ہے۔ (یہاں لفظ وہابی ان علمائے احناف کے خلاف بطور انگریزی پروپیگنڈا کے استعمال ہوا حالانکہ ان حضرات کا تعلق قطعی طور پر محمد بن عبدالوہاب نجدی سے نہیں تھا۔ اس لئے کہ بلادِ عرب میں محمد بن عبدالوہاب کی تحریک بدنام تھی اس لئے انگریز یہاں علمائے حق کو بدنام کرنا چاہتا تھا۔

حالات کی روشنی نے یہ واقعات واضح کر دیئے کہ دار الحرب کے باشندوں پر یہ فرض ہو گیا ہے کہ وہ حریت و آزادی کی خاطر اپنے آپ کو تیار کریں کیونکہ حکام و امراء میں اتنی ہمت نہ تھی۔ کہ وہ بدیشی قوم ظالم انگریز سے نجات حاصل کرنے کے لئے کچھ کر سکیں۔ کیونکہ ان کی اکثریت کو خطابات جاگیرات، اور کئی قسم کی نوازشوں سے متاثر کر لیا گیا تھا۔

چنانچہ اس زمانہ میں ایک تحریک اٹھی جو سکھوں کے مقابلے کے نام سے تاریخوں میں مشہور رہے اس شہرت کی بعض ایسی وجوہات ہیں۔ جن کی تفصیل کا یہ وقت نہیں۔ اس زمانہ میں مغربی پنجاب میں سکھوں کی حکومت تھی۔ جو انگریزوں کے بھی حلیف تھے۔ اور مسلمانوں پر بے انتہا ظلم و ستم کر رہے تھے۔ اس بنا پر حضرت سید احمد اور سید اسماعیل شہید شہدائے بالاکوٹ نے تحریک جہاد شروع کی۔ اور مقابلہ کرتے ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ میں شہید ہو گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)، لیکن اپنے پیچھے زاہدین، مخلصین اور مجاہدین کی ایک جماعت چھوڑ گئے۔ جو حکمت بالغہ کے ساتھ علم و عرفان اور

مولانا سمیع الحق، مدیر ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

ببیں تفاوتِ راہ ★ ★ ★

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-
جمعیۃ العلماء اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ نے حضرت مولانا عبداللہ صاحب درخواستی مدظلہ کی صدارت میں اپنے ۱۲ فروری ۱۹۶۶ء کے اجلاس منعقدہ لاہور میں عائلی قوانین کی منسوخی کے بارہ میں موجودہ حکومت کی سردمہری اور مسلمانان پاکستان کے مسلسل مطالبوں کو نظر انداز کرنے کے بارہ میں ان الفاظ سے ایک قرارداد منظور کی ہے "جمعیۃ العلماء اسلام پاکستان کا یہ اجلاس انتہائی افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کرتا ہے کہ موجودہ حکومت نے عائلی قوانین نافذ کرکے قرآن پاک کے احکام کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو ٹھکرایا ہے۔ پھر قومی اسمبلی میں علماء کرام کے مشورہ سے اس میں ترمیم کرنے اور صدارتی انتخاب کے دوران پورے زور سے ان کو بلکہ تمام قوانین کو اسلام کے مطابق بنانے کے وعدے کئے گئے۔ گزشتہ صوبائی اسمبلی نے تقریباً متفقہ طور پر ان قوانین کو منسوخ کرنے کی سفارش کی سنٹرل اسمبلی نے ترمیمات کے لئے سب کمیٹی مقرر کی۔ جس نے ترمیمات کا مسودہ بھی تیار کیا۔ اس کے بعد ان کو اسلامی مشاورتی کونسل کے نام ٹالا گیا۔ اب حکومت نے ان پر عملدرآمد کرانے پر زور دیا ہے۔

قرارداد میں آگے چل کر خاندانی منصوبہ بندی رقص و سرود، عریانی اور بے حیائی کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی نیز حج جیسے اسلامی شعار پر پابندی لگا کر مسلمانوں کے جذبات و احساسات کا خون کرنے پر شدید افسوس کا اظہار کیا گیا ہے۔ ملک بھر کے علماء کرام کے اس نمائندہ اجلاس میں اسلامی ریسرچ و تحقیق کے نام پر ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور غلام احمد پرویز جیسے الحاد زدہ افراد کی سرپرستی میں اسلام کے قطعی احکام اور نصوص کے ساتھ تلاعب و تحریف پر شدید رنج و غصہ کا اظہار کیا گیا ہے اور حکومت کو واضح الفاظ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کی مسلم اکثریت کے جذبات کو اسلام کو بازیچۂ اطفال بنانے والے ان روشن خیال محققین کے تحریف اور دست برد سے بچایا جائے۔ اور دیگر تمام مفاسد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ عائلی قوانین کو فی الفور منسوخ کر دیا جائے۔

جمعیۃ العلماء اسلام کی یہ قرارداد نہ صرف ملک کے علماء و مشائخ کے جذبات کی مظہر ہے بلکہ اس کی ہر شق میں پاکستان کی مسلم قوم کے احساسات اور تقاضوں کی ترجمانی کی گئی ہے جہاں تک عائلی قوانین کا تعلق ہے اس کے نفاذ سے لے کر اب تک چند مغربیت زدہ خرد باختہ افراد اور فیشن زدہ خواتین کو چھوڑ کر ملک کی اکثریت نے مسلسل بلا لحاظ مسلک و فرقہ متفقہ طور پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ ملک کے ان تمام علماء نے جو اپنے رسول ؐ کے وارث اور علوم کتاب و سنت کے حامل و محافظ ہیں، تحریر و تقریر سے عقلی و نقلی دلائل و براہین سے اس کی ایک ایک شق کو مداخلت فی الدین قرآن کے قطعی نصوص کی تحریف سنت نبویؐ اور تعامل امت کے لئے ایک چیلنج ہونا ثابت کیا ہے قرآن کریم اور پیغمبر اسلام کے پیش کردہ لائحہ حیات اور نظام تہذیب و تمدن پر ایمان رکھنے والے کسی بھی دینی اور علمی حلقہ میں اس کے بارہ میں دو رائیں نہیں پائی جاتیں یہاں تک کہ اس کے بارہ میں مسلمانوں کے جذبات کی شدت کا احساس خود صدر پاکستان بھی کر چکے ہیں جنہوں نے صدارتی انتخابات کے دوران بارہا بھرے جلسوں میں اس پر نظر ثانی کرنے کا وعدہ فرمایا۔ مگر ہنوز اس وعدہ کے ایفا سے گریز ہو رہا ہے۔ آخر کب تک ایک اسلامی ملک میں اسلامی رعایا پر ایک ایسی چیز ٹھونسی جائے گی جنہیں نہ ان کا تمدن اور معاشرہ قبول کر سکتا ہے اور نہ ان کی مشرقی روایات؛ اور جس کی نہ قرآن کریم اجازت دیتا ہے اور نہ حدیث رسولؐ اور نہ اس پر ملک کی مادی بقاء ترقی و استحکام اور کسی اہم مسئلہ کا دارومدار ہے۔ سوائے اس کے کہ چند یورپ زدہ خواتین کی دلجوئی ہو۔ اور انہیں اخلاقی انارکی کی کھلی چھٹی مل جائے۔ اور حقوق نسواں کے نام پر عورتوں کو اسلام کے جائز اور صحیح حقوق سے بھی محروم کر دیا جائے۔ کیا اچھا ہوتا کہ عائلی قوانین کے اجراء و تنفیذ کی یہ کوشش عورتوں کو صحیح اسلامی حقوق دلوانے اور ملک میں صحیح اسلامی معاشرہ و نظام کی استواری پر صرف ہوتیں اور اسی طرح یہ ملک اس کے خدا کی رحمتوں اور خوشنودیوں سے مالا مال ہو جاتا۔ دوسری طرف ہم اس اخلاقی زوال اور کردار کی تباہی، امن و سکون کی بربادی کا نشانہ کبھی نہ بنتے۔ جس کا شکار آسمانی تعلیمات باغی اور سرکش یورپ ہے کہ ایسے ہی نام نہاد اصلاحی دفعات و قوانین ان کی اخلاقی موت اور خودکشی کا باعث بن رہے ہیں اور جس کی طرف تیزی سے ہمارا معاشرہ رواں دواں ہے۔

جمعیۃ العلماء اسلام کی اس قرارداد کی پُرزور تائید کرتے ہوئے ہم صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں صاحب سے ملک و ملت کے نام پر ایک بار پھر یہ التجا کرتے ہیں کہ وہ اسلام اور پاکستان کی سالمیت و بقا کے نام پر عائلی قوانین پر نظر ثانی کریں اور ان تمام غیر شرعی منصوبوں اور مفسدانہ سرگرمیوں پر پابندی لگا دیں۔ جو نہ صرف ان کی عزت و وقار بلکہ ایک اسلامی جمہوریہ کی عظمت و تقدس کے لئے ایک بدنما داغ ہیں۔ مسلمان قوم کی کامیابی و فلاح صرف ان احکام و قوانین پر منحصر ہے۔ جنہیں ان کے خالق خدائے علیم و حکیم نے متعین کیا ہے

جمعیۃ العلماء اسلام کے اسی اجلاس میں ناظم عمومی جمعیۃ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے پچھلی جنگ کے دوران جمعیۃ العلماء کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ علماء کی اس جماعت نے ملک میں حکام سے مکمل تعاون کرکے دفاعی فنڈ کے لئے کروڑوں روپے اکٹھے کرنے میں حصہ لیا۔ علماء نے مقامی طور پر حکومت کے دفاعی فنڈ کے لئے تمام ذرائع اثر و رسوخ استعمال کئے۔ اسی طرح مرکزی جمعیۃ العلماء نے کئی لاکھ کی خطیر رقم حکومت کو پیش کی جس کا باقاعدہ حساب موجود ہے اس کے علاوہ تقریباً پچاس ہزار کی تعداد میں کپڑے بستر ے اور ضروری اشیاء مہاجرین میں تقسیم کئے گئے۔ اور ملک کے گوشہ گوشہ میں دورے کرکے علماء نے کام کیا۔ یہ ایک جھلک ہے ملک کے اس طبقہ کی صرف ایک جماعت کی جن کو علماء کرام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس نے پشاور اور دور دراز سرحدی قبائل سے لے کر مشرقی پاکستان کی دورافتادہ

سرحدات تک مسلمانوں کو جہاد جہاد کے نام سے جھنجھوڑا اور محراب اسٹیج ریڈیو سے لے کر خلوت وجلوت، محفل ومجلس تک پوری قوم میں جہاد وسر فروشی کی آگ لگا دی۔ خدائے رب العالمین کے وعدہ ہائے فتح ونصرت اور دشمن کی شکست وبربادی کے یقین سے قوم کے سینوں کو معمور کیا۔ جہاد و شہادت کے فضائل بیان کرکے قوم میں والہانہ قربانی اور جانسپاری کے ولولے پیدا کئے۔ اور یہ جو کچھ کیا گیا۔ اپنا فرض ودین کی سعادت جان کر کیا نہ کسی داد و دہش کی امید اور نہ کسی سے تحسین وآفرین کی توقع کہ ان اجری الا علی رب العالمین خواہ اس کا نمونہ "ہڈبارہ" کے شہید امام مسجد نے پیش کیا یا ملک کی لاکھوں مساجد کے ائمہ وخطیب حضرات نے منبر ومحراب اور اعلاء اسلام کے اونچے اونچے مظہر میناروں سے یا جنگ کے ہر میدان کارزار میں فوجوں کی دینی امامت ورہبری کی شکل میں۔

اسلام وجہاد کے نام پر حاصل کی گئی فتح و کامرانی کے بعد ایک اسلامی جمہوریہ میں دینی قیادت ورہبری رکھنے والے علماء ومشائخ کو اس کا کیا صلہ دیا گیا۔ اور کون سا تمغہ — جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے۔ آج تک جہاد کی اس کامیابی وکامرانی کے سلسلہ میں اس طبقہ کی خدمات کا بھولے سے بھی ذکر نہیں کیا گیا۔ اور نہ ان کی بے لوث خدمات جلیلہ کو چند کلمات تحسین سے سراہا گیا۔ کجا یہ کہ مجموعی یا انفرادی طور پر ان حضرات کو کوئی تمغہ یا کریڈٹ دیا گیا ہو۔ جبکہ اس باب میں ارباب اقتدار کی جود وبخشش کا یہ عالم ہے کہ موسیقاروں گویوں اور گلوکاروں رقص وسرود کرنیوالی کنجریوں اور رقاصوں تک کو صدارتی ایوارڈ دیئے گئے۔ تمغوں اور اعزازات القاب و خطاب سے انہیں نوازا گیا سبحان اللہ کیا عالم ہے۔ داد ودہش کا — جہاد کی کامیابی وکامرانی اور دشمن اسلام کی سرکوبی کا کریڈٹ فلمی ایکٹرسوں اور قوم کے اخلاق وکردار کے غارتگروں کو دیا جائے۔ اور اگر احساس تک بھی نہ ہو تو قرآن وسنت کے نام پر حاملین کتاب وسنت کی جد وجہد اور قربانیوں کا جن کے قرآن وسنت کے زمزموں اور اسلاف کے مجاہدانہ کارناموں کے ترانوں سے ملک میں جہاد وشہادت کا غلغلہ بلند ہوا۔

ابھی حال ہی میں وزارت نشریات کی طرف سے اعلان کیا گیا۔ کہ موسیقاروں اور گلوکاروں کو ۱۸ سونے کے تمغے دینے کے لئے مقابلہ کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ نیز ملک کے دونوں حصوں کے فنکاروں کو مزید ۹۹ تمغے دیئے جائیں گے۔ جنہوں نے جنگ کے دوران گیت گائے یا ان کی دھنیں بنائیں۔ طاؤس ورباب کی حوصلہ افزائی کے نام پر خرمستیوں کا یہ عالم ہے کہ دفاع کے نام سے ورائٹی شو ہونے لگے۔ فلمی عورتوں اور مردوں کے کرکٹ میچ کھیلے گئے۔ اور اس سے حاصل شدہ حرام کمائی کو ایک اسلامی ریاست کے دفاعی فنڈ میں جمع کیا گیا۔ یہاں تک کہ ان حیا سوختہ طوائفوں کو محاذ جنگ میں لے جا کر مجاہد اور غیور فوجیوں کے سامنے نچوایا گیا۔ اور اس طرح اس مقدس سرزمین کی توہین کی گئی۔ جو مسلمان مجاہدوں کے خون شہادت سے لالہ زار بنی ہوئی تھی۔ شہری دفاع کے نام پر بے پردہ عورتوں کی پریڈیں شروع ہوگئیں۔ اور اخبارات میں ان حیا سوز مناظر کی خوب خوب تشہیر کی گئی پھر اللہ کی اس ناشکر گزاری اور کفران نعمت کا قدرتی ردِ عمل ملک کی عام بے چینی، انتشار وبے اعتمادی، تشتت وافتراق کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔

غرض ایک طرف تو فیاضیوں کا یہ عالم اور دوسری طرف اس طبقہ "خیار امت" (علماء ومشائخ) کے ساتھ ناقدرشناسوں کو یہ پرانی ریت ہے۔ کہ جب بھی ملک کی سالمیت وبقاء مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت اور مدافعت کا موقعہ آیا۔ تو یہ لوگ جہاد وقربانی کی صف اوّل کے قائد وسپاہی بن کر نکلے لیکن جب تحسین وآفرین اور اعزاز واکرام قیادت وسیادت کا وقت آیا تو انہیں رجعت پسند اور دقیانوس ہونے، ملک کی ترقی میں روڑے اٹکانے والے اور کیا کیا خطابات سے نوازا گیا۔ کہ ملکی سیاست وقیادت کا انہیں کیا حق۔ ان کا مقام تو مسجد ومحراب ہے۔ انہیں کیا حق کہ مدرسہ وخانقاہ کی چار دیواری سے نکل کر حریم سیاست وقیادت میں دخل دیں۔ اور ملک کی حقیقی فلاح وخیر خواہی کے لئے اور معاشرہ کو تباہی وبربادی سے بچانے کے لئے کوئی آواز نکالیں۔ کیا ناقدرشناسی اور احسان فراموشی کا ایسا سلوک ملک کے کسی دوسرے طبقہ کے ساتھ بھی روا رکھا گیا ہے۔

چند دن پہلے اخبارات میں خاندانی منصوبہ بندی کے ایک افسر کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ پچھلے چند دنوں میں صرف ایک علاقہ میں دو ہزار بچے اس منصوبہ کی وجہ سے پیدا نہ ہو سکے۔ انا للہ۔ معلوم نہیں وہ کونسا آلہ پیمانہ ہے۔ جس سے اعداد وشمار کے یہ اندازے لگائے جا رہے ہیں۔ مسلمان کا تو یہ عقیدہ ہے کہ اگر اللہ تعالٰی نے ایک نسمہ (جرثومہ) تک کے پیدا کرنے کا فیصلہ کیا ہوا ہو تو کوئی طاقت اسے اس کارخانہ ہست وبود میں آنے سے نہیں روک سکتی۔ خلق وامر کے سرچشمے اور رزق ومعاش کے خزانے اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ جو لوگ قوانین قدرت اور نوامیس فطرت میں اس طرح مضحکہ خیز دخل اندازیاں کر رہے ہیں۔ وہ یقیناً اپنی رسوائی وناکامی کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔ اگر بالفرض والمحال پیدا ہونے سے پہلے ہلاک کئے جانیوالے بچوں بچوں کی یہ تعداد صحیح بھی ہے تو کیا ان حرامی بچوں کی شرح اضافہ اور تعداد پر بھی روشنی ڈالی جا سکے گی۔ جو اس پلاننگ کی بدولت معمولی معمولی زچہ خانوں اور ہسپتالوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ یا جنہیں زندگی کے سانس لینے سے قبل ہی کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں اور شہر کے گندے تالوں میں جھونک دیا جاتا ہے۔ کیا اعداد وشمار کے رجسٹر سے اس بات کی وضاحت بھی ہو سکتی ہے۔ کہ کتنے افراد نے اس کا جائز وحلال مصرف میں استعمال کیا۔ اور کتنوں نے ناجائز وحرام طریقوں سے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

خواب گاہِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

قاری عبدالعزیز شوقی السعدی

مرکزِ نورِ خدا ہے خواب گاہِ مصطفٰی
مخزنِ لطف وعطا ہے خواب گاہِ مصطفٰی

سرگروہِ خیل اربابِ نظر کا قول ہے
عرشِ اعظم سے سوا ہے خواب گاہِ مصطفٰی

دردمندانِ محبت کے لئے جائے سکوں
بیدلوں کا آسرا ہے خواب گاہِ مصطفٰی

جلوہ گاہِ نورپاش و بارگاہِ لطفِ بار
مہبطِ وحیٔ خدا ہے خواب گاہِ مصطفٰی

اس کے پہلو میں بہارِ باغِ جنت ہے نہاں
دلکش وخاطر ربا ہے خواب گاہِ مصطفٰی

بادشاہانِ زمن کے سر یہاں ہوتے ہیں خم
فقر وفخری کی بنا ہے خواب گاہِ مصطفٰی

تا ابد اندر برِ خواجہؐ صدیقؓ وعمرؓ
مظہرِ شانِ ولا ہے خواب گاہِ مصطفٰی

رحمتوں کے پھول شوقیؔ کیوں نہ برسیں رات دن
روضۂ صلِّ علٰی ہے خواب گاہِ مصطفٰی

★

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

قربانی اور عشرہ ذوالحجہ کی فضیلت

حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے سورہ فجر پارہ نمبر ۳۰ میں وَلَیَالٍ عَشْرٍ (دس راتوں کی قسم) کھائی ہے۔ اور مفسرین حضرات نے ان دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی دس راتیں یا تاریخیں مراد لی ہیں۔ کیونکہ وہ نہایت فضیلت والی ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں بیان کیا گیا ہے

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں۔ عید قربان کی فجر بڑا حج ہوتا ہے۔ اور اس دس راتیں اس سے پہلے ایک صورت تاکید یہ قسم کی یہ ہے کہ مقسم بہ (جس کی قسم کھائی گئی) سے جواب قسم کی توضیح میں بڑا دخل ہوتا ہے۔

یہ قسمیں معمولی نہیں۔ نہایت معتبر اور مہتم بالشان ہیں۔ اور عقلمند لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ تاکید کلام کے لئے ان میں ایک خاص عظمت و رفعت پائی جاتی ہے۔

یکم ذی الحجہ سے نویں تک روزے رکھنا مستحب ہے۔ اور ان کی فضیلت یہ ہے۔

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَیَّامٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ اَنْ یُّتَعَبَّدَ لَہٗ مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّۃِ یَعْدِلُ صِیَامُ کُلِّ یَوْمٍ مِنْھَا بِصِیَامِ سَنَۃٍ وَّقِیَامُ کُلِّ لَیْلَۃٍ مِنْھَا بِقِیَامِ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ (رواہ الترمذی)

(ترجمہ) ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ محبوب کوئی دن نہیں ہیں۔ یہ کہ بندہ ان دنوں میں اس کی عبادت کرے اور ایک دن کے روزے کا ثواب سال کے روزوں کے برابر اور ایک رات کو عبادت کے لئے قیام کرنا لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔ (روایت کیا اس کو امام ترمذی نے:۔

۲۔ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عَرَفَۃَ اَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّکَفِّرَ السَّنَۃَ الَّتِیْ قَبْلَہٗ وَالسَّنَۃَ الَّتِیْ بَعْدَہٗ

(ترجمہ) ابی قتادہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ عرفہ یعنی ۹ ذی الحجہ کا روزہ ۲ سال یعنی ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ حضورِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بندوں کو آتش سے آزادی دینے کا عرفات سے زیادہ کوئی دن نہیں۔

۳۔ حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا سب دنوں سے بہتر عرفہ کا دن ہے۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ شیطان کو عرفہ سے زیادہ کوئی ذلیل اور حقیر کرنے والا نہیں اور نہ زیادہ غصہ دلانے والا دن ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس روز وہ خدا کی رحمت اور گناہوں کی معافی کو دیکھتا ہے —

عرفہ کے دن نویں ذی الحجہ کو نمازِ فجر سے لے کر تیرھویں ذی الحجہ کی نماز عصر تک روزانہ پانچوں وقت ہر فرض نماز باجماعت کے بعد امام و مقتدی دونوں پر اونچی آواز سے ایک مرتبہ تکبیر تشریق یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کہنا واجب ہے۔ اگر امام بھول جائے تو مقتدی یاد دلائیں۔ مگر عورتیں تکبیر آہستہ کہیں۔

دسویں، گیارھویں اور بارھویں ذی الحجہ قربانی کا وقت ہے۔ جس پر صدقہ فطر واجب ہے۔ اس پر قربانی بھی واجب ہے۔ اور اگر کوئی غریب جس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ قربانی کر دے اس کو بھی بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔ جس شخص پر قربانی واجب ہو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ یکم ذی الحجہ سے لے کر قربانی تک حجامت نہ بنوائے اور جب تک قربانی نہ کرے بال اور ناخن بھی نہ کٹوائے اگر حجامت وغیرہ بنوالی تو مکروہ بھی نہیں۔

قربانی امام الانبیاء حضرت ابراہیمؑ کے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو خدا کے راستہ میں قربان کرنے کی یادگار ہے۔ جو ہر سال خدا کے راستہ میں جان عزیز پر آنے والی ہر مصیبت کو برداشت کرنے کی یاد تازہ کرتی ہے۔ اور مقام تقویٰ حاصل ہونے کا وعدہ دلاتی ہے۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ان دنوں میں قربانی سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عمل پسند نہیں یہ کام سب سے بڑھ کر ہے۔ ذبح کرتے وقت قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرتا ہے۔ زمین پر پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے۔ قربانی کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں۔ ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے۔ سبحان اللہ اس سے بڑھ کر اور کیا ثواب ہوگا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص قربانی کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہرگز نہ آئے "

اس کے بعد ایک دولت مند مالدار جس پر کہ قربانی واجب ہے۔ کیا۔ اس سے زیادہ کسی اور عذابِ الٰہی کا منتظر ہے۔ جب کہ حضورؐ نے اسے مسلمانوں کی عیدگاہ میں آنے کی ممانعت فرما دی ہے۔

قربانی کی حقیقت

اصل میں قربانی کی حقیقت تو یہ تھی۔ کہ عاشق خود اپنی جان کو خدا کے حضور میں پیش کرتا مگر خدا تعالےٰ کی رحمت دیکھئے کہ ان کو یہ گوارا نہ ہوا اس لئے حکم دیا کہ تم جانور کو ذبح کرو ہم یہی سمجھیں گے۔ کہ تم نے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کو خدا تعالےٰ نے خواب کے ذریعہ بشارت دی کہ آپ اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی قربانی پیش کریں۔ اب دیکھئے یہ حکم اوّل تو اولاد کے بارے میں دیا گیا۔ اور اولاد بھی کیسی؟ اور فرزند بھی ناخلف نہیں بلکہ نبی معصوم، اپنے بچہ کو قربان کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ حقیقت میں انسان کو اپنی قربانی پیش کرنا آسان ہے۔ مگر اپنے ہاتھ سے اپنی اولاد کو ذبح کرنا بڑا سخت مشکل ہے۔ مگر حکم خداوندی تھا۔ اس لئے آپ نے بیٹے کی محبت کو پس پشت ڈالا اور حکم خداوندی کے آگے سر جھکایا۔ اور حضرت اسماعیلؑ کو لے کر منیٰ کی قربان گاہ میں تشریف لے آئے اور فرمایا۔ کہ بیٹا! مجھے خدا تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تجھ کو ذبح کر دوں تو حضرت اسماعیلؑ نے فوراً فرمایا۔ (اِفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ پ۲۳ ع۷) جو آپ کو حکم ہوا ہے۔ وہ ضرور کیجئے)۔ اگر میری جان کی ان کو ضرورت ہے تو ایک جان کیا۔ ہزاروں جانیں بھی ہوں تو نثار ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے رسیوں سے ان کے ہاتھ پاؤں باندھے۔ چھری تیز کی، اب بیٹا خوش ہے کہ میں خدا کی راہ میں قربان ہو رہا ہوں۔ ادھر باپ خوش ہے۔ کہ میں اپنی قربانی پیش کر رہا ہوں۔ چنانچہ حکم خداوندی کی تعمیل میں اپنے بیٹے کی گردن پر چھری چلائی تو چھری کند ہو گئی۔ اور اس وقت حکم ہوا۔

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ٥ (پ ۲۳ ع ۷)

ترجمہ: بے شک آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا ہم نیکو کاروں کو اسی طرح جزا دیا کرتے ہیں۔

اب ہم اس کے عوض جنت سے ایک مینڈھا بھیجتے ہیں۔ اور تمہارے بیٹے کی جان کے عوض ایک دوسری جان کی قربانی مقرر کرتے ہیں۔

چنانچہ اسی دن سے گائے مینڈھا، بکری وغیرہ قربانی کے لئے فدیۃً مقرر ہوگئے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ذبیحہ کا اصل مقصد جان کو پیش کرنا ہے۔ چنانچہ اس سے انسان میں جان سپاری وجان نثاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہی اس کی روح ہے تو یہ روح صدقے سے کیسے حاصل ہوگی۔ کیونکہ قربانی کی روح تو جان دینا ہے۔ اور صدقہ کی روح مال دینا۔

پھر اس عبادت کے صدقہ سے مختلف ہونا اس طرح بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ صدقہ کا کوئی دن متعین نہیں مگر اس کے لئے ایک خاص دن مقرر کیا گیا۔ اور اس کا نام یوم النحر یعنی قربانی کا دن لکھا گیا۔

جہاں تک قربانی کے مسئلہ کا تعلق ہے۔ تو یہ سلفاً خلفاً ایسی ہی ہوتی چلی آئی انبیاء کا بھی اور امت کا بھی اس پر اجماع ہے۔ انبیائے بنی اسرائیل میں سب کے یہاں قربانی تھی۔ اور ائمہ کرام کا بھی اس پر اجماع ہے۔ انبیائے بنی اسرائیل میں سب کے یہاں قربانی تھی اور ائمہ کرام کا بھی اس پر اجماع ہے۔ بعض کے خیال میں سنت ہے۔ اور بعض کے نزدیک واجب ہے۔

حدیث کا کلام رسول ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ تو درحقیقت جو شخص حدیث سے انکار کر رہا ہو۔ وہ قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کا بھی منکر ہے۔ کیونکہ قرآن بغیر حدیث کے حجت نہیں ہو سکتا۔ جس طرح کوئی شخص بغیر رسولؐ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح کلام اللہ تک بغیر کلام رسول کے رسائی ناممکن ہے۔

دوسرا اعتراض کہ ہمیشہ اسی طرح جانوروں کی قربانی کرنے سے جانور ختم ہوجائیں گے۔ سو اول تو یہ خیال ہی غلط ہے۔ کیونکہ روزانہ جو لاکھوں جانور بطور ذبیحہ کے کاٹے جاتے ہیں۔ عید کے دن وہ ذبح نہیں ہوتے اس طرح کوئی معمولی سا فرق پڑے گا۔ جو کسی طرح قابل توجہ نہیں، پھر اس روز بعض ایسے لوگوں کو بھی گوشت پہنچ جاتا ہے۔ جو سال میں ایک آدھ دفعہ ہی کھا سکتے ہیں پھر ان کی ساری کھالیں۔ بھی غربا اور مساکین ہی میں تقسیم ہوتی ہیں۔ غرض بہت سارے منافع اس

میں حاصل ہوتے ہیں۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی عمل بقرعید کے دن خدا تعالےٰ کو خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں۔ اور وہ قربانی قیامت کے دن اپنے سینگوں بالوں اور کھروں سمیت آئے گی۔ اور بے شک قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی جناب الہٰی میں قبول ہوجاتا ہے۔ پس اس قربانی سے اپنا دل خوش کرو۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ٥ (پ ۴ ع ۱)

ترجمہ: تم خیر کامل کبھی حاصل نہ کر سکو گے۔ یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو گے۔

اور محبوب چیز مال ہوتا ہے۔ مال سے بھی جانور زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ کیونکہ جاندار ہونے کے باعث اس سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر بے جان چیز ضائع ہوجائے۔ تو آدمی دوسری گھڑ کر بنا سکتا ہے بخلاف جاندار کے اگر فنا ہوگیا۔ تو دوسرا نہیں ملتا۔

جنت حاصل کرنے کی غرض سے تمام محبوبات نفس کو قربان کرنا لازمی ہے۔ اگر مال خرچ کرنے کا حکم ہوا تو مال خرچ کرو، جان دینے کا حکم ہو تو جان نثار کرو۔ عزت کی ضرورت ہو تو وہ بھی قربان کرو۔ یہی عشق کی پختگی کی علامت ہے۔ (علامہ قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی)

عبادات مالیہ میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے اللہ تعالےٰ کے زندہ دل بندوں کو جو لطف نماز میں نصیب ہوتا ہے۔ وہ کسی دوسری عبادت میں نصیب نہیں ہوتا۔ علیٰ ہذا القیاس قربانی میں جو ایثار اور اعتماد علی اللہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ بھی ایک عجیب چیز ہے بشرطیکہ ایمان واخلاص سے کام لیا جائے

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۤؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (پ ۱۷ ع ۱۲)

(ترجمہ) اللہ تعالےٰ کے ہاں ان قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے۔ لیکن اللہ کے ہاں اس تقویٰ کی قدر وقیمت ہے۔ جو اس قربانی کرنے سے تمہارے دل میں پیدا ہوتا ہے۔

اگر اس قربانی سے کوئی خاص اثر نہ لیا جائے تو محض جانور کو ذبح کرنا اور گوشت کھا لینا تو کوئی مقصود بالذات چیز نہیں۔

ہر کلمہ گو کا فرض ہے کہ حصول رضائے الٰہی کے لئے ہر بدنی، مالی، اور وطنی قربانی کیلئے ہر وقت آمادہ اور تیار رہے۔ جب مسلمانان عالم ان دو اصولوں پر دل وجان سے عمل کرنے کے لئے آمادہ ہوجائیں گے تو پھر امداد الٰہی ان کی پشت پناہ ہوگی۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ جو اس خدا پرست جماعت کے مقابلہ میں آئے گا۔ ذلت ونامرادی اور بربادی کا منہ دیکھے گا۔

چونکہ شفیع المذنبین رحمت العالمین بنیادِ ابراہیمی پر قصرِ شریعت محمدی تعمیر کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے اس لئے آپ نے بھی اپنی امت کو حصول رضائے الٰہی کی خاطر قربانی کی یاد تازہ کرائی۔ تاکہ امت محمدیہ کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے اور ہر ایک کا نور ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہوجائے۔

شریعت محمدیہ کے ہر حکم میں دین ودنیا اور آخرت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ ادھر خدا تعالےٰ راضی ہوجاتا ہے تو ادھر دنیا سنور جاتی ہے ادھر آخرت کی نجات کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے تو ادھر دنیا کی ذلتوں سے انسان رہائی پاتا ہے۔

حاجی لوگ جو قربانی کرتے ہیں۔ وہ علیحدہ ہے وہ اپنے حج کے شکرانہ میں ہمیشہ یہ ہدیہ مالک حقیقی کی درگاہ میں بطور نذر پیش کرتے ہیں۔ بعض لوگ یوں ہی کہہ دیتے ہیں کہ قربانی کرنے کا حکم صرف حجاج کے لئے ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو آپؐ یہ وعید نہ فرماتے۔ کہ وہ ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔ کیونکہ آنحضرت ہر سال قربانی کیا کرتے تھے۔ خواہ حج کا موقعہ ملے۔ حجاج کے لئے تو نمازِ عید ہی نہیں ہے۔

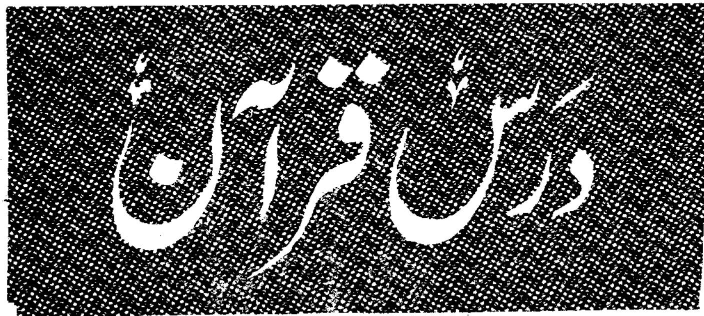
آداب وسنن قربانی

سنت ہے کہ قربانی کا جانور جہاں تک ممکن ہو علاوہ بے عیب ہونے کے موٹا تازہ اور قیمتی ہو بوقت ذبح جانور کا منہ قبلہ کی طرف ہونا افضل ہے۔ بہتر ہے کہ قربانی ادا کرنے والا خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے ورنہ کم از کم اپنے سامنے ذبح کرائے اور خون کے گرنے کا مشاہدہ کرے۔

جانور کو لٹاتے وقت یہ مسنون دعا پڑھے۔

اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ٥ اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ٥ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ غربا، یتامیٰ اور دینی طلباء میں کھال کی قیمت صدقہ کردے۔

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں



سورۃ بقرہ - پارہ ۲ - آیت ۲۴۹ تا ۲۵۲ ——— منعقدہ: ۲۸ نومبر ۱۹۶۵ء

مرتبہ: محمد عثمان غنی بی، اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

دوستو اور بھائیو! اللہ تعالےٰ کا بے انتہا احسان اور اس کی کرم نوازی ہے کہ ہم جیسے انسانوں کو اللہ تعالےٰ نے اپنا کلام سننے اور پڑھنے کا شرف عطا فرمایا۔ اللہ تعالےٰ عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا اور آپ حضرات جانتے ہی ہیں کہ قرآن کریم انسان کی ہر دور کی رہنما کتاب ہے۔ اور اس کی رہنمائی ایسی رہنمائی ہے کہ اس میں کسی قسم کا شک اور شبہ نہیں ہو سکتا۔ دنیا کا کوئی ضابطہ، کوئی نظام کسی وقت بھی ناکام ہو سکتا ہے لیکن رب العالمین کا جو ارشاد ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے وہ کسی وقت بھی ناکام نہیں ہو سکتا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ وقت کے لئے ہماری کمزوری کی وجہ سے یا ہماری کسی قسم کی خامی کی وجہ سے اُس کا نتیجہ جلدی نہ نکلے لیکن یہ بات کبھی نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالےٰ جو کچھ فرمائیں، اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جو کچھ فرمائیں وہ بات نہ ہو۔ دنیا کا نظام، حالات، موسم، واقعات، ہمارے تجربات، ہمارے دلائل و براہان خواہ اس کے خلاف ہی کیوں نہ کہیں لیکن جو کچھ مشکوٰۃ نبوت سے صادر ہوگا وہ بات سچی اور صحیح ہو گی۔

اس ضمن میں میں ایک واقعہ عرض کردوں۔ ایک صحابی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر خدمت ہوئے اور درخواست کی کہ میرے بھائی کو اسہال کی شکایت ہے۔ اُس کا ہاضمہ خراب ہے اس کو دست آتے ہیں۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اُسے جا کر شہد پلا دو۔ دربارِ نبوت کا حکم تھا۔ وہ گیا اور اپنے بھائی کو شہد پلا دیا۔ اُسے اسہال اور آنے لگے۔ وہ پھر حاضر خدمت ہوا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرے بھائی کی بیماری اور بڑھ گئی ہے۔ فرمایا جا کر شہد پلا دو —— پھر حکم کی تعمیل کی۔ پھر جا کر شہد پلا دیا۔ بیماری اور بڑھ گئی۔ پھر تیسری مرتبہ حاضر خدمت ہو کر درخواست پیش کی۔ حضورؐ نے پھر فرمایا۔ میں کہہ رہا ہوں جا کر شہد پلا دو۔ اُس نے جا کر شہد پلا دیا۔ اُس کو صحت ہو گئی۔ اُس کے جو اسہال تھے وہ بند ہو گئے۔ پھر جب حاضر خدمت ہوا، تو پوچھا جناب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تیرے بھائی کا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا کہ الحمد للہ حضورؐ! میرے بھائی کو عافیت اور صحت ہو گئی۔ مگر اے اللہ کے نبیؐ! میں متعجب تھا کہ یہ پہلے کیوں آرام نہ ہوا۔ شہد کا اور اسہال کا تو آپس میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ مجھے پورا یقین تھا کہ تیرے بھائی کو صحت ہو جائے گی۔ اس لئے کہ تیرے بھائی کا پیٹ تو جھوٹا ہو سکتا ہے، اللہ کی بات جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ ہم جو شہد پیدا کرتے ہیں فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ؕ سورۂ نحل میں آتا ہے يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ؕ۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ شہد کی مکھی جسے تم چھوٹا سا کیڑہ سمجھتے ہو یہ میرے حکم کے تحت چلتی ہے وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ ؕ اس کو میں تعلیم دیتا ہوں۔ اس کی سکیمیں میں بناتا ہوں۔ یہ رزق میرے مشورے پر حاصل کرتی ہیں، اس کا نظام الاوقات میں بناتا ہوں۔ جس سے روکتا ہوں وہ نہیں کھاتی۔ جو میں کہتا ہوں وہ کھاتی ہیں نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اس کے پیٹ سے میں وہ چیز نکالتا ہوں۔ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ؕ (علاج نہیں "شفاء" ہے) علاج میں تو ہو سکتا ہے کہ شفاء نہ ہو لیکن شفاء کے لفظ میں تو یقیناً شفاء ہے۔

تو ضمناً یہ بات میں نے عرض کر دی۔ اللہ تعالےٰ جو کچھ فرماتے ہیں وہ صحیح ہوتا ہے خواہ ہمارے سامنے واقعات، دنیا کا نظام، دنیا کی کیفیات کچھ بھی ہوں۔ مسلمان کا یقین ہونا چاہیئے کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اور یہی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمائی۔ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ۔ اے میرے نبی! جس کا حکم دیا گیا ہے اُس پر پختہ رہیں۔ حالات و واقعات کو مت دیکھیں۔ جو اللہ تعالےٰ رات کے بعد دن کو لاتا ہے جو دن کے بعد رات کو لاتا ہے۔ مُردوں سے زندہ نکالتا ہے، زندوں سے مُردوں کو پیدا کرتا ہے۔ یہ سارا نظام جس کے قبضہ میں ہے، وہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو آج کے حالات متقاضی ہیں کہ ہم قرآنِ کریم کی اُس ہدایت کو بھی دیکھیں جو اس دور میں ہمارے لئے رہنما ثابت ہو سکتی ہے۔ میرے محترم بھائی حاجی عثمان غنی صاحب نے (اللہ ان کو جزائے خیر دے) کہ آپ ہی کی برکت سے یہاں قرآن کریم کا درس ہو جاتا ہے۔ انہوں نے حکم بھی کیا تھا کہ واقعات کے مطابق، حالات کے مطابق کسی آیت کا انتخاب کیا جائے تو الحمد للہ، یہ واقعہ جو ابھی میں نے آپ کے سامنے سورۂ بقرہ پارہ دوم کی آخری چند آیات پڑھی ہیں یہ تاریخی اعتبار سے بھی صحیح واقعہ ہے اور قرآن مجید نے بھی اس کی پوری تفصیل فرمائی ہمارے لئے قرآن مجید ہر دور میں رہنما ہے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا طرزِ عمل بھی یہی ہے۔ مکہ مکرمہ جب فتح ہوا۔ امام الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے تو بجائے اس کے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی کوئی اور سورت پڑھتے۔ سورۂ بقرہ تلاوت فرماتے، سورۂ یٰسین پڑھتے جس کے متعلق فرمایا کہ سورۂ یٰسین قرآن مجید کا دل ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم (عبد اللہ ابنِ رواحہ فرماتے ہیں) کہ امام الانبیاء سب سے پچھلے گروپ میں تھے اور اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور زبان سے پڑھ رہے تھے۔ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ؕ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ؕ یعنی سورتِ فتح کی تلاوت آپؐ فرما رہے تھے۔ کیونکہ موقع فتح کا تھا۔ حالانکہ سورتِ فتح، حدیبیہ کے مقام میں نازل ہو چکی تھی۔ تو اسی مناسبت سے میں نے بھی ان آیات کا انتخاب کیا جو آپ کے

سامنے پڑھی گئیں۔

آج کا ہمارا زمانہ، جس دَور سے ہم جا رہے ہیں۔ ہمیں اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے ان آیات کو دیکھنا پڑے گا۔ قرآن مجید میں مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ نے پہلی قوموں کے حالات بیان کرتے ہوئے متنبّہ فرمایا۔ اور ان کی رہنمائی فرمائی۔ پہلی جو قومیں گذر چکی ہیں اُن پر جو عذاب آئے، کیوں آئے؟ وہ دنیا میں کیوں ذلیل ہوئیں؟ یا وہ دنیا میں کیوں ابھریں؟ دنیا میں کیوں عروج حاصل کیا؟ یہ ساری کی ساری باتیں قرآن مجید نے بیان فرمائیں میری اور آپ کی نصیحت کے لئے مسلمانوں کو اپنی راہ عمل متعیّن کرنے کے لئے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں شَیَّبَتْنِیْ تِلَاوَۃُ ھُوْدٍ۔ سورۃ ہود کی تلاوت نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ (حدیث ہے) سورۃ ہود میں پہلی قوموں کی تباہیوں کے حالات ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں جب اُن حالات کو مَیں پڑھتا ہوں تو مجھے اپنی اُمّت کا فکر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے مَیں سورۃ ہود کی تلاوت سے بوڑھا ہو گیا ہوں۔

تو یہاں جن آیات کا انتخاب کیا گیا ہے یہ بھی حالات اور موقعے کے بالکل مطابق ہیں۔ بنی اسرائیل رب العالمین کی ایک بہت بڑی قوم دنیا میں پیدا ہوئی جو نبی کی اولاد تھی اور اسی نسبت سے ان کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا نام ہے۔ حضرت یعقوب کے دو نام قرآن میں آتے ہیں یعقوب بھی آتا ہے اور اسرائیل بھی آتا ہے۔ کُلُّ الطَّعَامِ کَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآئِیْلُ عَلٰی نَفْسِہٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰۃُ اور لفظ یعقوب بھی آتا ہے۔ تین نبیوں کے دو دو نام ہیں قرآن شریف میں ـــــ یہ درس قرآن ہے۔ جتنا فائدہ، کچھ معلومات ہو جائیں وہ اچھا ہی ہوتا ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر اجمالی ایمان لانا تو مسلمان کا فریضہ ہے لیکن پچیس نبیوں کے نام تفصیل سے قرآن شریف میں مذکور ہیں۔ اور ان پچیس نبیوں میں سے تین نبی وہ ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم) کہ جن کے دو دو نام ہیں۔ حضرت مسیحؑ کے دو نام ہیں۔ مسیح ابن مریم اور عیسیٰ ابن مریم۔ حضرت یعقوبؑ کے دو نام آتے ہیں۔ یعقوب اور اسرائیل۔ اور امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دو نام آتے ہیں محمد اور احمد ـــ

تو بنی اسرائیل قوم کا نام ہے جو یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھی۔ دنیا میں ان کو بڑا عروج ہوا۔ اللہ نے ان کی بڑی نازبرداری کی۔ آپ دوست اکثر لکھے پڑھے ہیں۔ بنی اسرائیل کی تاریخ آپ اٹھا کر دیکھیں کہ اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل پر کتنا رحم و کرم فرمایا۔ یعنی فرعون سے پہلے مصر کی حکومت عطا کی۔ سب سے بڑی نعمت تو یہ عطا ہوئی کہ نبی کی اولاد، پھر اللہ تعالیٰ نے مصر کی حکومت ان کو عطا کی۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت یعقوب کے بیٹے ہیں۔ اللہ نے یوسف علیہ السلام کو مصر کی مملکت عطا کی۔ اور انہوں نے اپنے بھتیجوں کو بلایا، بھائیوں کو بلایا اور حکومت بھی کافی زمانہ رہی۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ کے قانونوں کو توڑا اور اسی گھمنڈ میں رہے کہ ہم نبی کی اولاد ہیں۔ اللہ کے احکام کو چھوڑ دیا، اللہ کے نظام کو پس پشت ڈال دیا۔ اس فخر میں رہے تو اللہ تعالےٰ نے فرعونیوں کو ان پر قابض اور ان پر مسلّط کر دیا۔ کافی زمانہ تک یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَھُمْ کا مظہر رہے۔ اللہ تعالےٰ کو پھر ترس آیا، پھر رحم آیا۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ حضرت موسیٰؑ تشریف لائے۔ فرعون موسیٰ کا مقابلہ ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو کامیابی کے ساتھ لے کر نکل گئے۔ فرعون کا بیڑا غرق ہو گیا۔ دوسری مرتبہ بھی بنی اسرائیل کو اللہ تعالےٰ نے مصر میں، فلسطین میں اور عراق کے علاقے میں حکومت عطا کی۔ لیکن دوسری مرتبہ پھر شرارت کی۔ عیش پرست بن گئے۔ اللہ تعالےٰ کے حکموں کو چھوڑ دیا۔ جس اللہ نے رحمتیں نازل کی تھیں اُس اللہ کے حکموں کو چھوڑ دیا ـــ دیکھئے ـــ کس حد تک یہ عجیب بات ہے؟ میرے دوستو اور میرے بھائیو! آپ میں تو خیر بڑے اچھے اچھے لوگ ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے نیک بندے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مَیں اپنے متعلق کبھی خود سوچتا ہوں بلکہ راستے میں بھی مَیں سوچ رہا تھا کہ یا اللہ! تیری کتنی کرم نوازی ہے کہ مجھ جیسے بدکار کو قرآن کریم سنانے کے لئے تو نے ایسی طاقت فرما دی۔ ان بھائیوں کے دلوں میں میری محبت پیدا کر دی اور تُو نے ایسا انتظام کر دیا کہ مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ تو واہ کینٹ میں درس قرآن ہو ہی جاتا ہے۔ یہ تیری کتنی رحمت اور کرم نوازی ہے۔ اور پھر فوراً میرا خیال گیا اپنے اکابر کی طرف کہ

کہاں مَیں اور کہاں یہ نکہتِ گُل
نسیمِ صبح تیری مہربانی

یہ ان بزرگوں کا طفیل ہے۔ امام الاولیاء لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اللہ ان کی قبروں کو منوّر فرمائے ـــ ہمارے اکابر حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ، سب ہمارے ہی بزرگ تھے۔ ان کی دعاؤں سے ہم جیسے گنہگاروں کو اللہ تعالےٰ نے قرآن کی طرف راغب کیا ورنہ ہم؟ ـــ ہماری بداعمالیاں اس حد تک زیادہ ہیں کہ ہم قرآن کے نزدیک بھی نہ بھٹکتے۔ اللہ کے یہ نیک بندے ہمیں کھینچ کھینچ کر قرآن کی طرف لائے۔ اور اللہ تعالےٰ نے ہمیں ان کی برکتوں سے قرآن کی دولت سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب بھائیوں کو اور مجھے بھی قرآن پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

تو مَیں عرض کر رہا تھا کہ بنی اسرائیل جب پھر تباہ ہوئے، پھر برباد ہوئے، اُس زمانے میں سموئیل علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے نبی تھے۔ بنی اسرائیل میں سے۔ بیت المقدس میں وہ موجود تھے۔ ان کو خیال آیا کہ ہم تباہ ہو چکے عمالقہ ہم پر مسلّط ہیں۔ ہماری زندگی برباد کر دی حکومت چلی گئی، علم و دولت چلی گئی۔ ذلّت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تو خیال آیا۔ اپنے نبی کے پاس آئے کہ اے نبی! اللہ تعالےٰ سے درخواست کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جہاد کا حکم دیں اور ہمارے لئے ایک ایسا امیر مقرر کر دیجئے جس کے زیر کمان ہو کر ہم اللہ تعالےٰ کے دین کے لئے جہاد کریں۔ اور ہمیں پھر عروج حاصل ہو۔ اس واقعے کو قرآن کریم نے یہاں پر بیان فرمایا۔ یوں تو بات بہت لمبی ہو گی مَیں ساتھ ساتھ ترجمہ کرتا جاؤں گا تاکہ تھوڑے سے وقت میں مضمون پورا ہو جائے:۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی۔ کیا نہیں دیکھا تُو نے ایک گروہ کی طرف بنی اسرائیل میں سے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد گذرے ہیں؟ ـــ قرآن کریم کی اصطلاح ہے جہاں پر آتا ہے اَلَمْ تَرَ اُس کا معنیٰ ہوتا ہے اَلَمْ تَعْلَمْ۔ کیا تو نہیں جانتا؟ (اے انسان! تو جانتا ہے، یہ بات تاریخی حقیقت بن چکی ہے) گویا ابھی تیرے سامنے ہے۔ اَلَمْ تَرَ بمعنی اَلَمْ تَعْلَمْ کیا تو نہیں جانتا؟ یعنی یہ بات اتنی حقیقت ہے، اتنی صحیح ہے کہ گویا ابھی تیرے سامنے ہے۔ کیا ہوا۔ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّھُمُ۔ جب کہا

انہوں نے اپنی ذلت اور خواری میں اپنے نبی سے ۔ اور اس نبی کا نام ہے سیموئیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اُبۡعَثۡ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ط آپ مقرر کریں ہمارے لئے کوئی بادشاہ، کوئی امیر کہ جس کے زیر کمان ہو کر ہم اللہ کی راہ میں لڑیں ۔ ہم برباد و تباہ ہو چکے ۔ دین مٹ گیا ۔ دین مرٹ گیا، ملّت تباہ ہو گئی ۔ کسی امام کا انتخاب کریں ۔ ہمارے لئے جو ہمارا امام ہو، ہمارا سپہ سالار ہو، اور ہم اللہ کی راہ میں لڑنا چاہتے ہیں ۔ قَالَ هَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ط نبی علیہ السلام نے کہا کہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ اگر تم پر لڑنا فرض کر دیا گیا تو تم پھر نہ لڑو گے اس لئے خدا سے وہ بات مانگو جو تم کر سکتے ہو ۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا حکم آ جائے اور تم بھاگ جاؤ اس لئے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے امت کو فرمایا اُتۡرُكُوۡنِىۡ مَا تَرَكۡتُمۡ ۔ مجھے چھوڑ دیا کرو جب میں تمہیں چھوڑ دیا کروں ۔ کیا مطلب ؟ یعنی میں جب بات بیان کر رہا ہوں ۔ جتنی بیان کروں بس اتنی ہی سمجھا کرو ۔ آگے لمبی تنقیدیں اور تفحص نہ نکالا کرو ۔ ۱

امام الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ایک دفعہ حج کے متعلق حکم بیان فرما رہے تھے ۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پوچھا ۔ اے اللہ کے نبی ؐ ! حج عمر میں ایک دفعہ فرض ہے یا ہر سال فرض ہے ؟ وہ یہ سمجھا کہ جیسے رمضان کے روزے ہر سال فرض ہیں ۔ زکوٰۃ ہر سال میں دینی فرض ہوتی ہے ۔ اسی طرح حج بھی ہر سال فرض ہوگا ۔ آپ فرماتے ہیں ۔ لَوۡ قُلۡتُ نَعَمۡ لَوَجَبَ اُتۡرُكُوۡنِىۡ مَا تَرَكۡتُكُمۡ ۔ او سادے انسان ! اگر میں "ہاں" کہہ دیتا تو عمر میں نہیں بلکہ ہر سال حج فرض ہو جاتا ۔ جس وقت میں چھوڑ دیا کروں تم بھی بات کو چھوڑ دیا کرو ۔ یعنی جب میں نے کہا کہ عمر میں ایک دفعہ فرض ہے تم پھر کیوں تفصیل مجھ سے پوچھتے ہو ۔ نبی کی "ہاں" "ہاں" ہوتی ہے ۔ نبی کی "نہ" "نہ" ہوتی ہے ۔ وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى ط تو وہ وحی کے بغیر بولتے ہی نہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

تو سیموئیل علیہ السلام نے بھی کہا اس امت سے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ تم پر جہاد فرض ہو اور تم پھر نہ لڑو ۔ قَالُوۡا وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ کہا انہوں نے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں ۔ وَقَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِيَارِنَا وَاَبۡنَآئِنَا ط حالانکہ ہم کو نکال دیا گیا اپنے گھروں سے، اپنی اولادوں سے ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ ہم اتنے بے غیرت ہیں کہ نہ لڑیں گے ؟ ۔ ہم سے ملک چھین لیا گیا، ہم سے ہمارے بچے چھین لئے گئے ۔ اب بھی چھینے جا رہے ہیں ۔ ہم سے دارالعلوم دیوبند چھینا گیا ۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ چھینا گیا ۔ یونیورسٹی علیگڑھ چھینی گئی ۔ بریلی کی درسگاہیں چھینی گئیں، خواجہ غریب النواز کا مزار چھینا گیا ۔ پیران کلیر کا روضۂ اقدس چھینا گیا ۔ سرہند شریف کا مزار چھینا گیا ۔ ہمارے بچوں کو چھینا گیا ۔ ساٹھ ہزار ہماری بچیوں کو اٹھا کر ہندو لے گئے ۔ اب بھی دھکیل رہے ہیں ۔ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَقَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِيَارِنَا وَاَبۡنَآئِنَا ۔ ہم اتنے بے غیرت ہیں کہ اب بھی نہ لڑیں گے ۔ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ ۔ لیکن جب اُن پر جہاد فرض ہوا ۔ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ بھاگ نکلے ۔ مگر چند باقی رہ گئے ۔ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ط اور اللہ تو ان ظالموں کو خوب جانتا تھا ۔ پہلے بھی ۔ اس لئے ابتداءً جہاد فرض نہیں کیا ۔

اب اُس کی تفسیر آتی ہے ۔ وَقَالَ لَهُمۡ نَبِيُّهُمۡ ۔ اور کہا ان سے اُن کے نبی نے ۔ اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ بَعَثَ لَـكُمۡ طَالُوۡتَ مَلِكًا ط بے شک اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے تمہارا بادشاہ مقرر کر دیا ہے ۔ جاؤ اُس کے زیر کمان ہو کر لڑو ۔ چونکہ بڑی تنقیدی قوم تھی ۔ قَالُوۡۤا اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهُ الۡمُلۡكُ عَلَيۡنَا وَنَحۡنُ اَحَقُّ بِالۡمُلۡكِ مِنۡهُ ۔ کہنے لگے اس کی حکومت کیسے ہم پر ہو سکتی ہے ۔ ؟ کوئی ضابطہ بتاؤ، کوئی قانون بتاؤ ۔ حالانکہ ہم زیادہ حقدار ہیں اُس سے بادشاہ بننے کے، امیر بننے کے ۔ کیوں ؟ وَلَمۡ يُؤۡتَ سَعَةً مِّنَ الۡمَالِ ط اُس کے پاس تو مال کی کشائش ہی نہیں ۔ وہ سمجھے امارتِ قوم یہ امیری ہوتی ہے، یہ سرمایہ داری ہوتی ہے ۔ حالانکہ یہ بات قطعاً غلط ہے ۔ قوم کا امیر، قوم کا رہنما، قوم کا قائد، اللہ تک کو ملانے والا، قوم کی پریشانیوں کو دور کرنے والا وہ ہو سکتا ہے جس کو اللہ علم کی دولت سے نوازے ۔ مال ہو تو اچھی چیز ہے، نہ ہو تو کوئی پرواہ نہیں ۔ قوم کو اللہ کے عذاب سے کس نے بچایا ؟ قوم کو اللہ تک کس نے ملایا ؟ اُمراء نے یا علماء نے ؟ سوچ لو، تاریخ اٹھا کے دیکھ لو ۔ اگر علماء کرام کا وجود نہ ہوتا، اولیائے برحق دنیا میں موجود نہ ہوتے تو قوم اللہ تعالیٰ سے ملتی یا کٹ جاتی ؟ اللہ سے کٹ جاتی ۔ اللہ تک ملانے والے یہی اللہ والے لوگ ہوتے ہیں ۔ اُمراء اچھے ہیں ۔ اگر وہ دین کے لئے اپنا مال خرچ کریں ۔ جہاد فی سبیل اللہ میں مالی حصّہ لیں تو بہت اچھے ہیں ۔ لیکن نفسِ مال ؟ یہ تو کوئی چیز نہیں ہے ۔ اسی کو علی کرّم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ؎

رَضِيۡنَا قِسۡمَةَ الۡجَبَّارِ فِيۡنَا
لَنَا عِلۡمٌ وَّلِلۡجُهَّالِ مَالُ
فَاِنَّ الۡمَالَ يَفۡنٰى عَنۡ قَرِيۡبٍ
وَاِنَّ الۡعِلۡمَ بَاقٍ لَا يَزَالُ

فرمایا ہم خدا کی تقسیم پر راضی ہیں ۔ اللہ نے جو تقسیم کی، میں اُس پر بڑا خوش ہوں ۔ کیوں ؟ ۔ لَنَا عِلۡمٌ ۔ اللہ نے ہمیں تو علم دے دیا ۔ میرے متعلق امام الانبیاء نے فرما دیا ۔ اَنَا مَدِيۡنَةُ الۡعِلۡمِ وَعَلِىٌّ بَابُهَا ۔ اللہ نے ہمیں علم دے دیا ۔ وَلِلۡجُهَّالِ مَالُ ۔ جاہلوں کو مال دے دیا ۔ وہ مال پر خوش، ہم علم پر خوش ۔ کیوں خوش ہیں آپؓ مال پر ؟ فَاِنَّ الۡمَالَ يَفۡنٰى عَنۡ قَرِيۡبٍ ۔ مال تو فنا ہو جاتا ہے وَاِنَّ الۡعِلۡمَ بَاقٍ لَا يَزَالُ ۔ اور علم ہمیشہ باقی رہتا ہے ۔ قرآن کا علم ۔ ؟ اللہ مجھے اور آپ کو نصیب فرمائے ۔ دنیا میں بھی قرآن عزّت کا مقام، قبر میں بھی قرآن عزّت دلانے والا، قیامت میں بھی قرآن عزّت دلانے والا ۔

آج دنیا میں آپ کیوں نام لیتے ہیں امام الاولیاء لاہوری کا ؟ (رحمۃ اللہ علیہ) آپ کیوں نام لیتے ہیں شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ؟ کیا کیا انہوں نے ۔ ؟ وہ قرآن کے ساتھ متعلق ہو گئے ۔ اللہ کا کلام باقی، اُن کا نام بھی باقی ۔

قبر بھی ایسے لوگوں کی منوّر ۔ نبی کریم کریم فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جو دنیا میں قرآن کا عاشق رہا ۔ وہ قبر میں بھی قرآن کی تلاوت کرتا ہے ۔ دارمی کی حدیث ہے ۔ اگر وہ قرآن کا حافظ نہ ہو تو مصحف شریف اس کو دیا جاتا ہے ۔ مجلّد قبر میں قرآن پڑھتا ہے ۔ ہمارا تو اس پر ایمان ہے ۔ انشاء اللہ اگر ہمارا شوق رہا تو ہم بھی پڑھیں گے اللہ مجھے اور آپ کو نصیب فرمائے ۔ اور قیامت کے دن بھی قرآن شفیع ہو کر آئیگا وَالۡقُرۡاٰنُ ضِيَآءٌ ۔ قرآن نور بن کر آئے گا ۔ ۴

۴ ۔ کہ اے اللہ ! اس نے دنیا میں مجھے اپنے سینے کے ساتھ لگایا، تو اُس کو عذاب سے محفوظ رکھ ۔

(باقی آئندہ)

صفحۂ مومنات

عربی زبان

عظمت تفہیمی جھنگ صدر

عربی زبان ۔ وہ مبارک زبان ہے ۔ جس میں اللہ تعالےٰ نے اپنا کلام پاک نازل فرمایا جس کی تلاوت ہم میں سے ہر شخص اپنے ایمان کا تقاضا سمجھ کر روزانہ کرتا ہے ۔

عربی زبان ۔ وہ مبارک زبان ہے ۔جسے سرادِ انبیاء خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہونے کا فخر حاصل ہے ۔ اور عشقِ رسول اور محبت دین رسول کا تقاضا ہے ۔ کہ اپنے محبوب کی زبان کو سب زبانوں سے زیادہ مقدم سمجھیں ۔

عربی زبان ۔ وہ اہم زبان ہے ۔ جس میں ہمارے مذہب اسلام کی جملہ تعلیمات اپنی اصلی آب و تاب کے ساتھ موجود ہیں ۔ اور ہمارا فرض ہے ۔ کہ اپنی مذہبی تعلیمات کو اصلی رنگ میں سمجھنے کے لئے عربی زبان کو مذہبی عقیدت مندی کے ساتھ حاصل کریں ۔ اور قرآن و حدیث سے براہِ راست واقف ہونے کے قابل بن جائیں ۔

عربی زبان ۔ وہ زندہ اور رائج الوقت زبان ہے ۔ جو دنیا کے ہر حصے میں جہاں مسلمان موجود ہیں ۔ پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے ۔

عربی زبان ۔ وہ ابدی زبان ہے ۔ جو مرنے کے بعد والی ابدی زندگی میں بھی ہمارا ساتھ نہیں چھوڑتی ۔

دیکھئے

عربی اذان اور اقامت کے بغیر ہماری پیدائش مکمل نہیں ہوتی ۔ اور ہم اس وقت تک اپنے نومولود بچوں کو جنم گھٹی نہیں پلاتے ۔ جب تک مسجد کے معزز مولوی صاحب تشریف لا کر ان کے داہنے کان میں عربی زبان اذان نہ کہیں اور بائیں کان میں عربی اقامت ۔

عربی ماشاءاللہ ۔ کے بغیر ہمارے پھول بچوں کی زیارت نہیں کی جاتی ۔ اور یہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے ۔ کہ محلے کی بڑی بوڑھیاں جب پہلی مرتبہ بچے کو دیکھنے آتی ہیں ۔ تو ان کی زبان پر پہلا بے ساختہ کلمہ جو آتا ہے ۔ تو وہ یہی ہوتا ہے کہ ماشاءاللہ بچہ بہت خوبصورت ہے ۔

عربی بسم اللہ کے بغیر ہمارا نونہال نہ اٹھنا بیٹھنا سیکھتا ہے ۔ نہ چلنا پھرنا ۔ یہاں تک کہ جب وہ ٹھوکر کھا کر گرتا بھی ہے ۔ تو شفیق والدہ بے اختیار بسم اللہ کہہ کر دوڑتی اور اپنے لال کو چھاتی سے چمٹا لیتی ہے ۔

عربی سلام ۔ کے بغیر مسلمان مرد عورت اور بچے بوڑھے کی ملاقات ہی ممکن نہیں ہے یہاں تک کہ اگر آپ دشمن سے بھی ملاقات کریں تو اس کو بھی عربی السلام علیکم کہنا ضروری ہے ۔

عربی خطبے کے بغیر ہمارا نکاح نہیں ہوتا ۔ اور اس کا مشاہدہ آپ نے بھی کیا ہو گا ۔ پردے کی عمر سے پہلے پہلے میں اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ نکاح کی جس محفل میں بھی شریک ہوتی میں نے دیکھا کہ قاضی صاحب نے کبھی کوئی نکاح قرآنی آیات اور عربی خطبے کے بغیر نہیں پڑھا ۔

عربی قرآن کے بغیر ہماری نماز وجود نہیں پاتی ۔ اور ہمارے تمام علمائے دین کا متفقہ فتویٰ ہے ۔ کہ اگر کوئی شخص قرآن ہی کے اردو ترجمہ کے ساتھ نماز ادا کرنا چاہے تو تو نماز نہیں ہوتی ۔

عربی یٰسین کے بغیر ہماری موت تکمیل نہیں پاتی ۔ اس لئے کہ جب بھی کسی گھر میں کوئی آدمی نزع کی حالت میں مبتلا ہوتا ہے ۔ تو اس کی موت کی شدت کو کم کرنے کیلئے اس کے سرہانے عربی زبان والی سورۂ یٰسین سنانا ساری دنیا کے مسلمانوں میں رائج ہے ۔ اور ہم میں سے ہر شخص اس اسلامی طریقہ سے واقف ہے ۔

عربی دعاؤں کے بغیر ہماری نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی اور اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں ہاتھ باندھ کر اردو یا کسی زبان میں میت کے لئے دعائے مغفرت کر دے تو وہ نماز نماز شمار ہی نہ ہو گی ۔

عربی جملوں کے بغیر ہماری قبر کو مٹی نہیں دی جاتی اور آپ میں سے ہر ایک نے شاید اپنی دینیات کی کتاب میں پڑھا ہو گا کہ سب سے پہلے دفنانے والا ہر شخص عربی کے تین جملے پڑھ کر تین مٹھی مٹی قبر میں ڈالتا ہے ۔ اور پھر اس کے بعد مزدور باقی مٹی ڈال کر قبر کو مکمل کرتا ہے ۔

عربی تلقین کے بغیر ہماری قبر تکمیل نہیں پاتی ۔ اس لئے کہ دفن کرنے والے سب لوگ اس وقت تک قبرستان سے واپس نہیں آتے جب تک دو مولوی صاحبان قبر کے دونوں سروں پر کھڑے ہو کر قرآن کریم کا ایک ایک رکوع نہ پڑھ لیں اور میت کے لئے دعائے تثبیت نہ مانگ لیں ۔

عربی زبان ہی میں قبر کے اندر ہم سے سوال و جواب ہوتا ہے ۔ اور قبر کے باہر بھی ہمیں عربی قرآن پڑھ پڑھ کر ہی ایصال ثواب کیا جاتا ہے ۔

لہٰذا

امت مسلمہ کے کسی فرد کو بھی عربی زبان سے محروم نہ رہنا چاہیئے اور :-

سراسر تشنہ ہیں ۔ وہ مکاتبِ قرآن جن میں قرآن کریم حفظ یا ناظرہ تو پڑھایا جاتا ہو لیکن عربی زبان اور ترجمہ قرآن کا کوئی انتظام نہ ہو ۔

سراسر ناقص ہیں ۔ وہ پرائمری اسکول جن میں پہلی جماعت سے عربی زبان سکھانے کا بندوبست نہ ہو ۔

سراسر بے برکت ہیں وہ مڈل سکول جن کے طلباء عربی زبان چھوڑ کر دوسرے متبادل مضامین منتخب کرتے ہوں ۔

سراسر بدقسمت ہیں ۔ وہ ہائی اسکول جن کے سارے کمرے تو بھرپور دکھائی دیں لیکن (عربک روم) لاوارث بن کر رہ جائیں ۔

سراسر مجرم ہیں ۔ وہ کالج جن کے طلباء عربی زبان کے طلباء کو حقارت سے دیکھیں اور عربی پروفیسر کو انگلش کے پروفیسر کے مقابلہ میں کم وقعت سمجھیں ۔

میں قرآن کی بیٹی ہوں ۔ میرے گھر میں حفظ قرآن کی سرمدی دولت ہے ۔ اور میں اللہ تعالےٰ سے اس بات کی توفیق طلب کرتی ہوں کہ وہ مجھے عربی زبان کی ترویج و اشاعت کی طاقت عطا فرمائے اور میرے ایک ایک لمحہ کو دین کی سربلندی کے لئے استعمال فرمائے ۔ آمین

انڈیا میں خدام الدین کا چندہ

منیجر ماہنامہ الفرقان کچہری روڈ لکھنؤ (انڈیا) ، ارسال کر کے رسید منی آرڈر منیجر ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے نام ارسال کر دیں ۔ رسید ملتے ہی پرچہ جاری کر دیا جائے گا ۔ (منیجر)

بقیہ: مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

نور ہدایت کی شمعیں لے کر آزادیٔ ہند کے لئے مصروف عمل نظر آتی ہے۔ جس کا مقصد ایسٹ انڈیا کمپنی انگریز اور کفر و شرک کی ظالمانہ حکومت کا خاتمہ کرنا تھا۔ نہ کہ کسی قوم کو غلام بنانا بلکہ خدا کی مخلوق کو یورپ کے سفید رنگ کے بھیڑیوں اور اُن کے دوستوں و حلیفوں کی لوٹ مار چیر پھاڑ، تذلیل و توہین وغیرہ سے بچانا تھا۔ جو کہ اعلاء کلمۃ اللہ کا حقیقی مقصد ہے۔ عدل و انصاف امن و امان، انسانی ہمدردی، غرباء پروری، کمزوروں کی امداد اس عظیم مقصد کے برگ و بار ہیں۔

اس تحریک کا مقصد وحید صحیح اسلامی جمہوریت کا قیام تھا۔ یہ تحریک ۲۷—۲۸ سال تک انڈر گراؤنڈ خفیہ طور پر کام کرتی رہی۔ بالآخر ۱۸۵۷ء میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ کے تلامذہ و خوشہ چین پھر اسی تحریک میں مصروف عمل ہو گئے۔ چنانچہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب اس تحریک میں پیش پیش نظر آ رہے ہیں۔ اسی تحریک نے حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ کو امام المسلمین۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سپہ سالار افواج اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو قاضی القضاۃ اور مولانا محمد منیر اور حافظ محمد ضامن کو میمنہ و میسرہ کا افسر مقرر کیا ان حضرات کا زہد و ورع علم و فضل مسلمات میں سے تھا۔

ہزاروں کی تعداد میں اس تحریک نے مجاہدین جمع کر لئے اور تھانہ بھون اور اطراف میں اسلامی حکومت قائم کر لی اور انگریزوں کو اپنے علاقہ سے باہر نکال دیا — ادھر یہ خبر ملی کہ انگریزی توپ خانہ سہارنپور سے شاملی بھیجا جا رہا ہے۔ مسلمانوں میں تشویش پیدا ہوئی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا۔ کہ خوف مت کھاؤ" باغ کے کنارے سے ایک سڑک گذر رہی تھی۔ جس سے توپ خانہ جا رہا تھا۔ حضرت گنگوہیؒ نے حکم دیا کہ اس توپ خانہ پر حملہ کر دو۔ چنانچہ حملہ شروع ہو گیا۔ قدرت نے انگریزی لیڈروں پر ایسا رعب ڈالا کہ سب توپخانہ چھوڑ کر بھاگ گئے اور تمام اسلحہ و سامان حرب و ضرب مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ شاملی اس زمانہ میں ضلع کا صدر مقام تھا۔ اس پر حملہ کرتے وقت مولانا محمد ضامن شہید ہو گئے۔ اور ادھر اطلاع ملی کہ دلی پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ تقدیر تدبیر پر غالب آ گئی۔ اس ملک کے رہنے والوں کو اپنے اعمال بد کی سزا بھگتنا پڑی۔ باوجود اس قدر قربانیوں کے انگریز اس قوم پر مسلط ہو گیا۔

اس انقلاب ۱۸۵۷ء میں ہر قسم کے لوگوں نے حصہ لیا۔ لیکن علمائے کرام خاص طور پر آگے آگے تھے۔ کیونکہ وہ شرعی نقطہ نگاہ سے جانتے تھے۔ کہ مسلمانوں سے ایک کافر قوم نے آزادی لوٹ لی ہے۔ اس کو واپس لینے کے لئے مسلمانوں پر شرعی نقطہ نگاہ سے کیا فرائض عائد ہوتے ہیں الثورۃ الہندیہ ص ۱۶۱—۱۶۲ میں ہے کہ اس انقلاب ۵۷ء میں خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ جو ناروا سلوک، ذلت آمیز اور جگر خراش برتاؤ روا رکھا گیا۔ وہ احاطہ تحریر میں نہیں آ سکتا۔ زندہ مسلمانوں کو سؤر کی کھال میں سلوا کر گرم گرم تیل میں ڈالوانا۔ فتحپوری مسجد سے لے کر قلعہ کے دروازے تک مسلمانوں کی لاشوں کو درختوں پر لٹکانا۔ مسجد کی بے حرمتی کرنا خصوصاً شاہی مسجد میں گھوڑوں کو باندھنا، عبادت کی جگہ دفاتر قائم کرنا، اور حوض میں پانی کی جگہ لید ڈال دینا۔ ناقابل معافی جرائم ہیں۔ جو انگریز قوم نے مسلمانوں کے ساتھ روا رکھے ہیں۔ منصف مزاج انگریز بھی ایسے مظالم پر آنسو بہائے نہ رہ سکے تفصیل کے لئے دیکھئے تصویر کا دوسرا رُخ ترجمہ شیخ حسام الدین)

یہ کھلی غداری تھی۔ جو انگریزوں نے مسلمان بادشاہوں کے ساتھ کی تھی اور مسلمانوں کے ساتھ ناقابل عفو انسانیت سوز سلوک رکھے حاجی امداد اللہ مولانا گنگوہیؒ اور مولانا نانوتویؒ کے خلاف بھی بغاوت کے مقدمات درج ہوئے سلسلہ دار و گیر شروع ہو گیا لیکن قدرت نے ان حضرات سے بہت بڑا کام لینا تھا۔ اس لئے باطنی تصرفات اور خدا کی خاص عنایات سے بال بال بچ گئے۔ حضرت حاجی امداد اللہ کو قدرت مکہ مکرمہ بھیج کر مکی بنا دیتی ہے۔ اور مولانا گنگوہیؒ اور مولانا نانوتویؒ کو کتاب دے کر دین کا معلم بنا دیتی ہے۔ ان حضرات سے قدرت نے دارالعلوم دیوبند جو علوم و فنون کی درسگاہ ہی نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی ایک یادگار قائم کرا دیتی ہے۔ جس سے مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ انور شاہ کاشمیریؒ اور عبیداللہ سندھیؒ جیسی شخصیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمۃ اللہ نقش حیات ص ۶۳ پر ایک واقع نقل فرماتے ہیں۔ کہ ایک نقشبندی بزرگ جو صاحب کشف قبور تھے۔ حضرت نانوتوی کے مزار پر مراقب ہوئے۔ اور انہوں نے تحریک خلافت میں انگریزوں کی سختیوں کا تذکرہ کیا۔ تو مولانا نانوتویؒ نے فرمایا کہ وہ دیکھو مولوی محمود الحسن عرش خداوندی پکڑے ہوئے اصرار کر رہے۔ کہ انگریز کو ہندوستان سے جلد نکال دیا جائے۔ انہی حضرات کی توجہات ظاہری و باطنی سے مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ جیسی باعظمت ہستیاں جلوہ گر ہوتی ہیں۔ اور مولانا عبیداللہ سندھی جیسے انقلابی ذہن رکھنے والے حضرات پیدا ہوتے ہیں

؎ هَيْهَاتَ الدَّهْرُ فَمَا آتَيْنَ بِمِثْلِهٖ

زمانہ گذر جائے گا لیکن ایسی ہستیوں کا وجود نہیں ملے گا۔ آج ان ہستیوں کی قدر کون جانتا ہے۔ لیکن کچھ لوگ صاحب بصیرت ہیں۔ اور صاحب قلب و نظر ہیں۔ جو انہیں پہچانتے ہیں۔

؎ ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ہاں اگر پوچھنا ہے کہ یہ لوگ کون تھے۔ تو ڈیول اور چرچل سے پوچھیے۔ اور لارڈ کرپس اور مونٹ بیٹن سے استفسار کیجیے۔ مجھے صرف حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ لاہور کے متعلق عرض کرنا تھا۔ کہ آپ کون تھے۔ اور ہمیں ہی کیا فرما گئے — بزرگو! اور عزیزو! حضرت مولانا لاہوریؒ مرحوم اسی قافلہ کے ایک سالک مرد اور جرنیل تھے۔ جنہوں نے نصف صدی تک اس خطہ پنجاب میں جو

"ہیں اہل نظر خطہ پنجاب سے بیزار" کے

مصداق تھا۔ اسی خطہ میں خدائے ذوالجلال نے اس کلیہ کو ختم فرماتے ہوئے حضرت کو پیدا فرمایا اور آپ سے فقر و تصوف اور دین و سیاست کی وہ خدمات لیں جو قسام ازل نے آپ ہی کے لئے مقدر فرمایا تھا۔ ان گنہگار نگاہوں نے اسی مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ میں اس قافلے کے سالاروں کو ٹھہرتے اور اترتے دیکھا۔ جنہوں نے انگریزی قلعوں کو اپنی ضربت حیدری سے پاش پاش کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

حضرت لاہوریؒ مرحوم اپنے فکر و عمل سے ہمیں یہ سبق دے گئے۔ کہ اے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں بھٹکنے والے مسلمان!

؎ قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

انتقال پُر ملال

ماسٹر محمد احمد صاحب سیکنڈ ماسٹر پبلک ہائی سکول اجنیانوالہ ضلع شیخوپورہ اور ماسٹر عبدالحمید صاحب مدرس ڈی۔سی سکول اجنیانوالہ کی اطلاع کے مطابق مولوی محمد عبداللہ صاحب آزاد لدھیانوی مورخہ ۴ر مارچ ۱۹۶۶ء بروز جمعہ چار بجکر ۱۵ منٹ پر راہیٔ ملک بقا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون — مرحوم کئی تحاریک میں حصہ لے چکے تھے۔ اور وسیع حلقہ ارادت رکھتے تھے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ مرحوم کے لئے مغفرت اور پس ماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا فرمائیں۔ آمین! (ن۔خ۔ن)

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی

استفتاء

قربانی کے بعض مسائل

محترم المقام حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی
بعد سلام مسنون الاسلام

مزاج عالی! "خدام الدین" میں احادیث مبارکہ کی تشریح کے سلسلہ میں جناب کی خدمت کو اللہ تعالےٰ قبول فرمائیں ماشاء اللہ لوگوں کو بہت نفع پہنچ رہا ہے۔

عیدالاضحیٰ قریب آرہی ہے - ایک مضمون اس سے متعلق لکھ کر اسی رسالہ میں ضرور شائع کرا دیجئے گا۔ جس میں مسائل سے زیادہ بحث ہو۔ مسائل تو اکثر صاحبان لکھ کر بھیج دیتے ہیں۔ مسائل کا کام پورا نہیں ہو جاتا۔ پھر پورا ہو بھی کیوں۔ وہ حضرات کوئی مفتی تھوڑا ہی ہوتے ہیں۔ امّت کے اکثر افراد آپ کے فتوٰی کو سند سمجھتے ہیں۔ لہذا مؤدبانہ گذارش ہے کہ اس طرف ضرور توجہ فرمائیں۔ ضرور وقت نکال کر ایسا مفید و جامع مضمون لکھ کر جلد بھیج دیجئے گا تاکہ عید سے پہلے پہلے شائع کر دیا جائے بعض مسائل ذیل میں لکھے جاتے ہیں جو عوام میں زیر بحث رہتے ہیں جن کا جواب لکھنا بہت ضروری ہے۔

۱- قربانی کس پر واجب ہوتی ہے (۲) جس کا اکثر حال ادھار میں ہو اور عید کے موقع پر اتنا مال پاس نہ ہو کہ جانور خرید سکے بلکہ ادھار لے کر خریدنا پڑے گا تو کیا اس پر بھی قربانی واجب ہے (۳) بیٹا اگر مالدار ہے کار مختار گھر کا وہی ہے تو قربانی اپنی طرف سے کرے یا والدین کی طرف سے؟ پھر والدین میں والد کی طرف سے اوّل یا والدہ کی طرف سے؟ (۴) بعض بیٹے والدین کی حیات میں باوجودیکہ کار مختار پیسے دھیلے کے مالک وہ ہی ہوتے ہیں قربانی اپنی طرف سے نہیں کرتے۔ بلکہ ہر سال والدین ہی کی طرف سے کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے اور ان پر جو قربانی واجب ہے ان کا عنداللہ کیا بنے گا؟ (۵) بعض ایک سال تو اپنی طرف سے قربانی کر دیتے ہیں اور بقیہ سالوں میں موجودہ یا فوت شدہ عزیز و اقارب، بزرگان دین، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرتے ہیں۔ کیا درست ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ہم تو اپنی قربانی ایک سال کر چکے اور اتنا مال ہر سال ہے نہیں جو اپنی بھی کر سکیں اور اپنی تمنا کے مطابق اور حضرات کی طرف سے بھی کر سکیں اس کا صحیح حل کیا ہے؟ (۶) گھر میں نقدی تو موجود نہیں ہے۔ بیوی کا زیور ہے جو کئی سو روپوں کا ہے تو کیا اس پر قربانی واجب ہے؟ کیا زیورات فروخت کر کے قربانی کرے؟ زکوٰۃ تو ہر سال ادا کر سکتی ہے؟ تو کیا اسی طرح قربانی بھی ہر سال زیورات میں سے فروخت کر کر کے قربانی کرنا واجب ہے؟ اس کا صحیح اور سہل حل کیا ہے؟ کیونکہ زیورات کا فروخت کرنا ان کے لئے گراں گذرتا ہے اور خاوند کے پاس اتنا روپیہ نہیں جو جانور لا کر دے دیوے - اب کیا کرے۔ (۷) بعض لوگ جانوروں پر مہدی وغیرہ لگاتے ہیں کلمہ کلام لکھ دیتے ہیں یہ کیسا ہے؟ (۷) پنجاب میں قربانی کے گوشت میں سے تھوڑا سا جلا بھون کر روٹیوں پر تھوڑا تھوڑا رکھ کر احباب کو بلا کر گھر میں کھلاتے ہیں اور اس کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ اس کو ختم شریف بھی کہتے ہیں۔ جو ایسا نہ کرے یعنی اس کا اہتمام نہ کرے اسے بُرا خیال کرتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟ (۸) پنجاب میں آئمہ مساجد ہی قربانی کی کھالوں کو اپنا حق تصور کرتے ہیں۔ گاؤں والے بھی ان ہی کا سالانہ حق سمجھ کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ان میں بعض مالدار بھی ہوتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟
والسلام - فقط

مکرمی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ —
جتنے مسائل آپ نے درج کئے تھے۔ ان کا جواب لکھ دیا۔ اگر اور بھی ہوتے کچھ اور عرض ہوتا۔ یہ سب مسائل در مختار، شامی و عالمگیری سے لئے گئے ہیں۔ اور دلائل وجوب قربانی جون سنہ ۶۰ء کے خدام الدین میں ہیں۔

۱- مسلمان مرد یا عورت عاقل بالغ مقیم (جو سفر شرعی میں نہ ہو) جو ساڑھے باون تولہ ½ ۵۲ چاندی یا اس کی قیمت یا صرف ساڑھے سات تولہ ½ ۷ سونا کا مالک ہو یا اتنی چاندی کی قیمت کے نوٹ یا مال تجارت کا یا رہنے کے مکان، پہننے کے کپڑوں، گھر کی استعمالی چیزوں ضروریات کے علاوہ دوسری چیزوں یا گذر سے زائد جائداد کا مالک ہو یا کبھی کبھی برسوں میں استعمال والے فرش قالین دیگ، شامیانوں کا مالک ہو خواہ سال پورا ہو نہ ہو اس پر قربانی و صدقہ فطر واجب اور زکوٰۃ لینا اس کو گناہ ہے۔ ہر مرد اور عورت پر جس کی ملک میں یہ ہوگا اس پر الگ الگ واجب ہے - ۱۲ ذی الحج کے غروب سے پہلے بھی یہ بات ہو گئی تو واجب ہو گئی -

۲- جی ہاں واجب ہے لیکن اگر ایسا قرض ہے کہ ۱۲ ذی الحجہ سے پہلے کسی طرح نہیں مل سکتا تو پھر واجب نہیں عورت کا قرض جو مہر کا ہے اگر مہر پیشگی مقرر تھا تو اس پر قربانی واجب ہے اگر پیشگی مقرر نہیں جیسے کہ یہاں عام دستور ہے کہ وقت طلب یا طلاق و موت پر ہونا ہے تو اس پر واجب نہیں - اور اگر مال نہ ہو - اور یہ دوسری قسم کا مہر شوہر سے بھی وجوب ساقط نہیں کرے گا۔

۳- کار مختار ہونے سے قربانی واجب نہیں ہوتی مالک ہونے سے ہوتی ہے جو مذکورہ ۱ کی مالیت کا مالک ہے اس پر واجب ہے اگر بیٹا، ماں، باپ سب مالک ہیں اور ہر ایک کا حصہ مذکورہ ۱ کے برابر یا زیادہ ہے تو ہر ایک پر واجب ہے اور کوئی ایک مالک ہے تو فقط اس پر واجب ہے - اور دوسرے کی طرف سے بغیر اس کی اجازت کے کرنے سے واجب ادا نہ ہوگا۔

۴- اگر بیٹے کسی چیز کے مالک نہیں ہیں مالک باپ ہے۔ یہ صرف باپ کی خدمت کے طریقہ پر کام کرتے ہیں اور ان کی ملک میں مذکورہ ۱ مال نہیں تو ان پر قربانی واجب نہیں باپ پر واجب ہے باپ کے کہنے پر اس کی طرف سے کر دیں گے تو ادا ہو جائیگی۔ اور اگر خود بھی شریک و حصہ دار ہیں خود بھی ۱ کے بقدر مالک ہیں تو خود ان پر بھی واجب ہے نہ کرنے سے گناہگار ہوں گے - اور جب سے اس قدر مال کے مالک ہوتے ہیں آج تک کا حساب کر کے اتنی قربانیوں کی قیمت متوسط بکری وغیرہ کی یا ساتویں حصہ گائے وغیرہ کی بطور قضا کے خیرات کرنا واجب ہے - اس طرح بری ہو سکتے ہیں اور دیر کرنے کی توبہ کریں۔

۵- قربانی تو ہر سال واجب ہے ایک سال کرنے سے تو اسی سال کی ادا ہوئی ہے باقی سالوں کی ذمہ میں باقی ہے - اب حساب کر کے مذکورہ ۴ کی طرح قضا دینا واجب ہے اور دوسرے حضرات کے ایصالِ ثواب کے لئے

قربانی کارِ ثواب تو ہے مگر اس سے اپنا واجب ادا نہیں ہوگا وہ ذمہ میں برابر باقی رہے گا۔ اور دیر لگانے کا گناہ الگ ہوگا۔ یہ تو ایسے ہوگیا جیسے کوئی اپنی نماز نہ پڑھے اور نفل پڑھ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتا رہے تو ایصالِ ثواب تو درست ہوگا مگر اپنی نمازیں سب قضا ہوں گی، ذمہ میں فرض رہیں گی۔ جن کی قضا پڑھنا اور گناہ سے توبہ کرنا ضروری ہوگا۔

اگر زیادہ گنجائش نہیں ہے تو اپنی واجب قربانی تو چھوڑنا ہرگز جائز نہیں۔ ہاں ایصال ثواب والی جو واجب نہیں ہے اس کو چھوڑ سکتے ہیں یا آئندہ سالوں کے لئے ملتوی کر دیں۔ ہاں اگر گنجائش ہو تو پہلے اپنی واجب ادا کرکے پھر جتنا چاہے ایصالِ ثواب کے لئے کریں یہ درست ہے۔ وہ نفل ہے یہ واجب ہے اور واجب مقدم ہوتا ہے۔

۶۔ زیور اگر سونے کا ہے مگر سو روپیہ قیمت کا ہے اور کوئی مال مذکورہ ملک میں نہیں تو قربانی ہی واجب نہیں۔ اور اگر چاندی کا ہے اور ۵۲½ تولہ چاندی ہے تو قربانی واجب ہے کم ہے تو واجب ہی نہیں۔ سونے چاندی کے سوا کوئی اور زیور ہے تو اس پر قربانی نہیں تو مثل استعمالی برتنوں کے ہوگا

زکوٰۃ بھی فرض ہے اور قربانی بھی واجب ہے۔ اگر اور کوئی صورت الگ سے ادا کرنے کی نہ ہوگی۔ تو زیور میں سے کچھ حصہ نکالنا پڑے گا۔ اگر زیور عزیز ہے وہ دینا نہیں چاہتیں تو پہلے سے کچھ کچھ پس انداز کرکے جمع کرنا تھا یا اب قرض لے کر قربانی کر دیں اور پس انداز کرکے قرض ادا کریں۔ جب ادائیگی کا سامان موجود ہو تو قرض کا بھی مضائقہ نہیں۔

بات یوں شاق معلوم ہوتی ہے کہ قربانی کے جانور میں افضل اور بہتر کو جی چاہتا ہے اور اس کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے لیکن بہتر جانور افضل ضرور ہے مگر واجب ترک کرنے سے تو بہتر یہ ہے کہ اس سے کم درجہ کا جانور ہو جائے۔ گائے، بیل، بچھڑ کٹڑے وغیرہ کا ساتواں حصہ کر دیا تو واجب تو ادا ہو جائیگا اور اس کی قیمت قابل برداشت ہوگی۔

۷۔ مہندی لگانا کوئی شرعی چیز نہیں ہے مگر اس کو سنت و ثواب سمجھ کر نہ کیا جائے تو منع بھی نہیں۔ ہاں قربانی کے جانور کو خوب موٹا تازہ بنانا، اس کو ظاہر کرکے لے جانا حدیثوں میں ہے۔ اس سے زیب و زینت کی گنجائش ہے کہ لوگوں کو دیکھ کر رغبت پیدا ہو تو یہ نیک نیت ہوگی اور کلمہ لکھنا ہرگز نہ چاہئے پیشاب وغیرہ سے آلودہ ہو کر بے ادبی ہوگی۔ اور کھال الگ کرنے کے بعد اس کی بے ادبی ہوگی۔

۸۔ حدیث شریف میں اتنا تو آتا ہے۔ کہ اوّل اپنی قربانی کا گوشت ہی کھایا جائے اور یہ بھی آتا ہے کہ یہ دن حق تعالےٰ کی طرف سے مہمانی کا دن ہے اور یہ گوشت دعوتِ الٰہی ہے اس لئے اس کی قدر میں تو مضائقہ نہیں مگر یوں ضروری قرار دینا اور نہ کرنے والے پر اعتراض کرکے اس کو مثل واجب کے بنا لینا یہ دین میں زیادتی کرنا ہے بدعت ہے گناہ ہے۔

۹۔ قربانی کی کھال کا حکم بھی گوشت کا سا ہے۔ کسی کو کسی خدمت کے عوض میں دینا درست نہیں نہ کھال کو نہ گوشت کو۔ (نہ امام کو نہ کسی اور خادم کو) مگر کھال اور گوشت امیر و غریب ہر ایک کو دے دینا درست ہے۔ ہاں جب کھال فروخت کر دی جائے گی تو اب قیمت کو خیرات کرنا واجب ہو جائے گا۔ اس کو زکوٰۃ کی طرح مسلمان غیر سید، غیر صاحب نصاب کو بلا عوض کے اور مالک بنا کر دینا ضروری ہوگا۔ اور لینے والا دینے والے کی اصل و نسل بھی نہ ہوں۔ میاں بیوی نہ ہوں، واجب النفقہ نہ ہوں۔ جن اداروں میں کھال فروخت کرکے لگانے کے لئے دیجاتی ہے وہ ان شرطوں سے لگائیں گے تو ادا ہوگی ورنہ ادا نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

بقیہ : اداریہ

تہذیب اور اسلامی ثقافت نشو و نما پاتی اور نئی پود اسلام کے سانچے میں ڈھلی ہوئی دکھائی دیتی۔ لیکن افسوس یہاں حجازی تہذیب و تمدن کے بجائے مغربی تہذیب و تمدن نے عروج حاصل کیا۔ اور آج تہذیب نو کی آوارگی کا کریہہ منظر ہر کوچہ و بازار اور مکتب میں دیکھا جا سکتا ہے —— کاش کارپردازانِ حکومت اس طرف متوجہ ہوں اور صورتِ حال کی مکمل اصلاح کی کوشش کریں۔

آخر میں ہم حکومت کے مذکورہ بالا فیصلہ کے بعد یہ توقع رکھتے ہیں کہ کانونٹ اور مشن اسکولوں کی کارکردگی کا معیار کسی حد تک بہتر ہو جائے گا۔ اور ان اداروں کی طرف سے اکثر و بیشتر ملک کی اکثریت کی دلآزاری کی جو حرکات سرزد ہوتی رہتی ہیں وہ ختم ہو جائیں گی ہمیں امید ہے کہ اب یہ ادارے وہی نصاب پڑھائیں گے جو حکومت مقرر کرے گی — اور ان سکولوں میں زیرِ تعلیم مسلمان طلباء کو مذہبی فرائض کی ادائیگی کی پوری سہولتیں دی جائینگی اس سے پیشتر یہی ہوتا رہا ہے کہ ان اداروں میں مسلمان طلباء کو ان کے مذہبی فرائض کی ادائیگی میں ہمیشہ دقّتیں پیش آتی رہی ہیں۔ اور ان پر عیسائیت مسلّط کرنے کی سرتوڑ کوششیں کی جاتی رہی ہیں

اب حکومت نے ان اداروں کو اپنی تحویل میں لے لیا ہے اور ذیلی کمیٹیاں ان کی نگرانی کریں گی تو حکومت کا فرض ہے کہ وہ کمیٹیوں میں ایسے ارکان نامزد کرے جو واقعی اہل ہوں اور حالات کا مکمل جائزہ لے کر صورتِ حال کے مطابق اقدام کر سکیں — یہ دیکھنا اب اُن کا کام ہے کہ آیا ان اسکولوں میں مسلمان طلباء کے لئے اسلامیات کی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے یا نہیں؟ علاوہ ازیں ان کا فرض ہے کہ وہ ان اداروں میں اسلام کش رجحانات کا قلع قمع کریں۔ اور ان واقعات کا اعادہ نہ ہونے دیں جو اس سے قبل اس قسم کے اداروں میں ہوتے رہتے ہیں

ہماری رائے کے مطابق تو یہ ادارے پاکستان کی مقدس سرزمین پر سرے سے ہی ناپید ہونے چاہئیں۔ لیکن اگر یہ نہیں ہو سکتا تو ان اقدامات کی وجہ سے ان کی کسی حد تک اصلاح ضرور ہو جائے گی۔ اور ان کی مضرت کم ہو جائے گی۔ وما علینا الا البلاغ۔

درسِ قرآن کی پانچویں منزل

ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلیا بلڈنگ لاہور نے قرآن کی تعلیمات کو گھر گھر پہنچانے کے لئے ایک سلسلہ درس قرآن کا جاری کیا ہوا ہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ کی یہ پانچویں منزل درس قرآن ہے۔ یہ منزل قرآن حکیم کے ۱۸ ۱/۴ پارے سے ۲۲ ۱/۴ پاروں کے درسوں کا مجموعہ ہے۔ اس منزل کے صفحات ۸۴۴ ہیں اور سائز ۲۰×۳۰/۸ ہے۔ کاغذ وائٹ پرنٹنگ۔ لکھائی چھپائی عمدہ جلد سنہری ہدیہ - آٹھ روپے۔

اس سلسلہ کی ایک خوبی یہ ہے۔ ہر صفحہ پر ایک سبق زیرِ عنوان ہے۔ عنوان کے پڑھتے ہی سبق کا مضمون ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ طرزِ تحریر اس طرح ہے۔

عنوان

دائیں جانب	بائیں جانب
اوپر آیت کے علیحدہ علیحدہ عربی الفاظ نیچے علیحدہ علیحدہ الفاظ کا تحت اللفظ اردو ترجمہ پھر مشکل الفاظ کا مادہ۔ معنی اور تشریح آخر میں مندرجہ بالا آیت کی آسان زبان میں تفسیر۔	اوپر قرآن کی آیت۔ نیچے با محاورہ سلیس اردو ترجمہ ز شیخ الہند حضرت مولٰنا محمود الحسنؒ۔

ان درسوں کی ترتیب و تدوین ایک بورڈ میں دو ایسی شخصیتیں ہیں جو کہ فاضل دیوبند کے علاوہ علوم جدیدہ کے بھی ایم' اے ہیں اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور مفسر قرآن بھی ہیں۔ ان درسوں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی ان کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ گویا نہایت ہی عام فہم اور آسان زبان میں لکھے گئے ہیں۔ قرآن حکیم کی تعلیمات کو سمجھنے اور جاننے کے لئے یہ ایک انمول موتیوں کا ذخیرہ ہے۔ آئمہ مساجد کو ہم مشورہ دیتے ہیں کہ وہ درسِ قرآن حاصل کر کے اپنی اپنی مساجد میں درس جاری کریں۔ اور ناظرین خدام الدین بھی اس سلسلہ کو حاصل کر کے اپنے گھروں کو قرآنی تعلیم سے منور کریں۔ اس سلسلہ کی مکمل معلومات حاصل کرنے کے لئے سیکرٹری ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگ سے رجوع کریں۔

مدرسہ اسلامیہ صادقیہ عباسیہ منچن آباد ضلع بہاولنگر

کا

سالانہ جلسہ

مورخہ ۴-۵-۶ ذوالحجہ ۸۵ھ مطابق ۲۷، ۲۸، ۲۹ر مارچ ۶۶ء بروز اتوار پیر منگل نہایت شان و شوکت سے ہو رہا ہے اس قدیمی درسگاہ کا سنگ بنیاد ماحیِ بدعت، عارف کامل حضرت مولانا غلام قادر صاحبؒ کے متبرک ہاتھوں سے رجب ۱۳۲۹ھ میں رکھا گیا یہ ادارہ مذکور عرصہ چھپن سال سے مسلسل ملک و مذہب کو ٹھوس تعلیمی، اصلاحی، تبلیغی خدمات کا مقدس فریضہ انجام دے رہا ہے۔ مدرسہ میں دس قابل اساتذہ کی زیر نگرانی تین سو طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مسافر طلباء کی اکثر ضروریات مثلاً قیام، طعام، کتب، روشنی، صابون وغیرہ کا مدرسہ کی طرف سے بلا معاوضہ انتظام کیا جاتا ہے۔ حسب دستور سابق امسال بھی مدرسہ ہذا کا مذکورہ بالا تاریخوں میں اجتماع منعقد ہو رہا ہے جس میں مغربی پاکستان کے جید علماء کرام و مشائخ عظام تشریف لا رہے ہیں۔ احباب شرکت فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

(مولانا) محمد شریف مہتمم مدرسہ۔ (مولانا) جان محمد مبلغ مدرسہ

اعتذار

خدام الدین کے ۱۱ر مارچ ۱۹۶۶ء کے شمارے میں برادرِ محترم حمید اصغر صاحب نجید کا ایک مضمون حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے عنوان سے شائع ہوا تھا جس میں دو قابلِ اعتراض جملے سہوِ نظر سے شائع ہو گئے ہیں۔ راقم الحروف نے مضمون پڑھا تو نجید صاحب سے ان جملوں کے متعلق احتجاج کیا۔ انہوں نے نہایت فراخدلی سے ان جملوں کو قلم زد کر دینے کے لئے فرمایا۔ اور راقم آثم نے ایک پیراگراف اور یہ دو جملے قلمزد کر دئے۔ پیراگراف پوری طرح قلمزد ہو گیا اور یہ جملے پوری طرح قلمزد نہ ہو سکے۔ جن کو کاتب نے غلطی سے درج کر دیا۔ ادارہ اس فروگذاشت پر ان تمام احباب سے معذرت خواہ ہے جنہیں یہ جملے پڑھ کر دلی کوفت ہوئی اور انہوں نے ہمیں بذریعہ خطوط اس غلطی پر مطلع فرمایا — راقم آثم اس رنج و کوفت میں خود اعتراض کنندگان کے ساتھ شریک ہے — زیادہ قابلِ اعتراض جملہ یہ ہے:۔

"عنایت اللہ مشرقی بھی رخصت ہو گئے حضرت لاہوری بھی تو اسی قافلۂ حریت کے حدی خواں تھے"۔ ص۷ کالم ۲ سطر ۶

حقیقت یہ ہے کہ حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ اور علامہ صاحب کی راہیں قطعی مختلف تھیں اور ان کو یکجا کرنا کسی طرح مناسب نہیں تھا۔ اس لئے ادارہ ایک مرتبہ پھر اپنے قارئین سے اس سہو پر اعتذار کرتا ہے۔

(ایڈیٹر)

پروگرام حضرت جانشینِ شیخ التفسیر مدظلہٗ

۲۵ر مارچ بروز جمعہ بذریعہ عوامی ایکسپریس عازمِ منٹگمری ہوں گے۔

۲۶ر مارچ صبح جامعہ رشیدیہ میں درس قرآن دینگے درس سے فارغ ہونے کے بعد خیبر میل کے ذریعے مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے سالانہ اجلاس میں شریک ہونے کے لئے ملتان روانہ ہو جائیں گے۔

۲۷ر مارچ کو ملتان سے کسی وقت بہاولنگر تشریف لے جائیں گے اور وہاں سے

۲۸ر مارچ کو منچن آباد پہنچیں گے۔

۲۹ر مارچ کو واپس لاہور روانہ ہو جائیں گے۔

(حاجی بشیر احمد)

★

جامعہ حمیدیہ سرائے مغل ضلع لاہور

کا

دوسرا سالانہ جلسہ

مورخہ ۲۷ر مارچ ۱۹۶۶ء بروز اتوار ۹ ۱/۲ بجے صبح زیرِ صدارت فضیلت مآب جناب ملک خدا بخش صاحب بچہ وزیر معارف حکومت مغربی پاکستان

دوسرا اجلاس: زیرِ صدارت حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل حضرات تقاریر فرمائینگے

- خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی
- مولانا امین احسن صاحب اصلاحی
- مولانا علامہ خالد محمود صاحب
- حسانِ پاکستان سید امین گیلانی صاحب

نوٹ: بھائی پھیرو سے جامع تک پہنچانے کیلئے بسوں کا انتظام ہے

الداعی الی الخیر

اراکین مجلس استقبالیہ جامعہ حمیدیہ سرائے مغل ضلع لاہور

دعائے صحت

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ العالی بخار اور شدید ریحی درد کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ اس لئے مجلس ذکر میں تشریف نہ لا سکے۔ ان کی عدم موجودگی میں مولانا محمد اسحاق صاحب نے مجلس ذکر کرائی۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ حضرت مدظلہٗ کی صحت کے لئے صدق دل سے دعا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر قائم رکھے اور ہمیشہ صحت و عافیت سے نوازے آمین!

(حاجی بشیر احمد)

★

بچوں کا صفحہ

بھائی کا قصہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑے خلیفہ گزرے ہیں۔ وہ بڑے سمجھ دار خلیفہ تھے۔ یوں تو ان میں بہت سی اچھی باتیں تھیں۔ مگر دو باتیں خاص تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بڑے فیاض تھے۔ فیاض کا مطلب یہ کہ وہ روپیہ پیسہ اور ہر طرح سے دوسروں کی اتنی زیادہ مدد کرتے تھے۔ کہ لوگ خوش ہو جاتے تھے۔ دوسرے یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اتنے سمجھ دار تھے۔ کہ انہیں کوئی شخص دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔

اب سنئے، ایک مزے دار بات۔ ایک شخص نے سوچا کہ حضرت معاویہؓ جب دوسروں کو جی کھول کر روپیہ پیسہ دیتے ہیں۔ تو اپنے بھائیوں کو نہ جانے کتنا دیتے ہوں گے اگر ان کا بھائی بن کر ان سے مدد مانگی جائے تو پھر وہ شاید دولت سے بھر دیں۔

اس آدمی نے حضرت معاویہؓ سے بہت سا روپیہ لینے کی تدبیر سوچی اور ان سے جا کر کہا "میں آپ کا بھائی ہوں۔ مجھے میرا حق (حصّہ) دیجیے"۔ حضرت معاویہؓ نے اسے بہت پہچانا مگر وہ سمجھ نہ سکے کہ وہ ان کا بھائی ہے انہوں نے اس سے پوچھا۔

"ارے میاں تم میرے بھائی کس طرح ہوئے ذرا بتاؤ تو"؟

اس آدمی نے جواب دیا "دیکھیے بھائی صاحب! آپ بھی حضرت آدم کی اولاد سے ہیں۔ اور میں بھی، حضرت حوّا آپ کی بھی ماں تھیں۔ اور میری بھی۔ بتائیے میں آپ کا بھائی نہ ہوا تو کون ہوا؟"

حضرت معاویہؓ اس شخص کی چالاکی سمجھ گئے۔ اور حکم دیا کہ میرے اس بھائی کو ایک درہم دے دیا جائے۔

وہ آدمی ایک درہم کا نام سن کر بڑا حیران ہوا اور بولا "اے بھائی کا حق صرف ایک درہم؟"

حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا۔

"بھائی ساری دنیا کے انسان حضرت آدم اور حضرت حوّا کی اولاد ہیں تو وہ سب میرے بھائی ہیں۔ اگر میں ان سب کو دینے بیٹھوں تو تمہارے حصّے میں ایک درہم بھی نہ آئے گا۔"

وہ شخص اس جواب کو سن کر چپ رہ گیا۔ اور ایک درہم ہی لے کر چلا گیا۔

ماں کی خدمت

کسی زمانے کا ذکر ہے کہ کسی ملک میں دو بھائی رہتے تھے۔ اور ان کے ساتھ ان کی بوڑھی ماں بھی رہتی تھی۔ دونوں بھائیوں میں سے ایک اپنی ماں کی خدمت کرتا، دوسرا خدا کی عبادت میں مصروف رہتا۔ ایک دن عبادت گزار نے خواب میں دیکھا۔ کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ کہ جا تیرے بھائی کو بخش دیا گیا اور اس کی نسبت سے تجھے بھی بخش دیا گیا

اس نے پوچھا، مجھے میرے بھائی کی وجہ سے کیوں بخشا گیا۔ حالانکہ میں دن رات عبادت کرتا ہوں اور وہ صرف ماں کی خدمت کرتا ہے۔

جواب ملا "خدا کو تیری عبادت کی ضرورت نہیں مگر تیری ماں کو تیری خدمت کی ضرورت ہے۔ وہ تیری محتاج ہے۔ اس لئے اس کی خدمت کرنا ضروری ہے یاد رکھو! ماں کے قدموں میں جنّت ہے!"

خدا ہم سب بہن بھائیوں کو ماں باپ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اللہ کی حکمت

"بیو بی"

اللہ میاں بڑی حکمتوں والے ہیں۔ اللہ میاں نے جو کچھ بنایا بہت ٹھیک، موزوں اور مناسب بنایا۔ اس سال گرمیوں میں اللہ میاں کی حکمت کچھ کچھ باتیں میری سمجھ میں آئیں میرے منّے بھیّا کو لو، لگ گئی تھی۔ امی جان نے کچے آم بھون کر منّے بھیا کو خوب پلائے۔ میرا منا بھیّا تیسرے دن اچھا ہو گیا۔ میں نے امی جان سے کہا۔

"امی جان کچّے آم رکھ لو۔ پھر جب بھیا کو لو، لگے تو پلانا۔"

میری اس بات پر مسکرائیں اور سمجھایا کہ لو، گرمیوں میں ہی لگتی ہے۔ اور اسی زمانے میں اللہ تعالےٰ نے لو، کو دور کرنے والی چیزیں پیدا کیں۔ جیسے یہ کچّے آم، اسی طرح جن دنوں میں لوگوں کو پیچش ہو جایا کرتی ہے ان دنوں میں اللہ میاں نے بیل پیدا کئے ہیں بیل پیچش میں بہت فائدہ کرتے ہیں۔ یہ سب اللہ کی حکمت ہے۔ وہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

اس کے بعد امّی جان نے بتایا۔ کہ ریگستانوں میں اللہ میاں نے اونٹ پیدا کیا۔ اور اس کے پیروں کے تلوے گدی دار بنائے تاکہ وہ ریت میں چل سکے ٹھنڈے ملکوں میں اللہ میاں نے بھیڑیں پیدا کیں۔ بھیڑوں کے بال ہی تو اون ہوتے ہیں۔ جن سے گرم کپڑے بنتے ہیں۔ میں نے یہ سنا تو "ارے" میری زبان سے نکلا اور میں نے خوش ہو کر کہا سچ مچ اللہ میاں بڑی حکمتوں والے ہیں۔

(بشکریہ نور)

ہمارے خدا نے

(عارف ربانی)

یہ میدان و صحرا بنائے ہیں کس نے؟
یہ پل کھاتے دریا بہائے ہیں کس نے؟
ہمارے خدا نے ہمارے خدا نے

یہ گلشن میں پھولوں کی رنگیں قطاریں
بکھیری ہیں کس نے چمن میں بہاریں
ہمارے خدا نے ہمارے خدا نے

یہ چاند اور سورج بنائے ہیں کس نے؟
سیاہی کے پردے اٹھائے ہیں کس نے؟
ہمارے خدا نے ہمارے خدا نے

سجائے ہیں کس نے فلک پر ستارے
لبھاتے ہیں سب ہی جو دل کو ہمارے
ہمارے خدا نے ہمارے خدا نے

بنائے ہیں کس نے یہ موسم سہانے؟
یہ کوئل کے نغمے پپیہے کے ترانے؟
ہمارے خدا نے ہمارے خدا نے

ہمیں بھوک کے وقت کس نے کھلایا؟
ہراس اور خطروں سے کس نے بچایا؟
ہمارے خدا نے ہمارے خدا نے

ہمیں سیدھے رستے پہ کس نے چلایا؟
برائی کے رستوں سے کس نے بچایا؟
ہمارے خدا نے ہمارے خدا نے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۷۶۷/۹/۳۹ مورخہ ۲۴-اگست ۱۹۶۴ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا